عمرو کی رہائی

عمرو کی رہائی

داستان طلسم ہوش رُبا

حصّہ ششم

اختر رضوی

چالاک بن عُمرو

اس سلسلے کے پانچویں حصّے یعنی "عمرو کی گرفتاری" میں داستان ان حالات پر ختم ہوئی:

کوہِ عقیق کے محاذ پر حسینہ جادُو کا طُوطی بول رہا ہے۔ اِس کے عیّار طرّار نے امیر حمزہ کو اِغوا کر کے ایک ویرانے کے کُنویں میں بند کر دیا ہے۔ خود حسینہ جادُو نے امیر حمزہ کے بہت سے نامور سرداروں کو قید کر دیا ہے۔ شہزادہ ہاشم تیغ زن اور شہزادہ عَلَم شاہ اس کے جادُو میں مبتلا ہو کر اپنے ہی لشکر کو تہس نہس کر چکے ہیں۔ بادشاہ سعد بن قباد زخمی حالت میں پہاڑوں میں روپوش ہے۔ مُسلمانوں کا لشکر افراتفری کا شکار ہے۔ لقا اور سلیمان عنبریں کے لشکر

میں فتح کے نقّارے بج رہے ہیں۔ حسینہ جادُو شہزادہ عَلَم شاہ سے نکاح کی تیّاری کر رہی ہے۔ عُمرو کا بیٹا چالاک امیر حمزہ کو ڈھونڈنے اپنے دُشمن کو نیچا دِکھانے کی فکر میں ہے۔

طِلسم ہوش رُبا کے اندر یہ کیفیت کہ شہزادہ اسد اور شہزادی مہ جبیں شہر ناپُرساں کے گُنبدِ نُور میں کسی جگہ قید کیے جا چکے ہیں۔ اُن کی جگہ ملکہ مہ رُخ لشکرِ اسلام کی کمان کر رہی ہے۔ مُقابلے پر افراسیاب کی بیگم ملکہ حیرت جادُو چھاؤنی ڈالے پڑی ہے۔ افراسیاب کی تازہ دم کُمک اُسے پہنچ رہی ہے۔ عیّارہ صرصر عُمرو کو گرفتار کر کے افراسیاب کے پاس لے جاتی ہے۔ افراسیاب خوش ہو کر اپنی خاص پیغام بر خُمار جادُو کو لقا کے پاس کوہِ عقیق روانہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ ایک خط بھیج کر درخواست کرتا ہے کہ بختیارک کو میرے پاس بھیجا جائے تاکہ عُمرو کو وہ اپنے ہاتھ سے ہلاک کر کے اطمینان حاصل کرے۔ اس سے آگے کا حال اس طرح ہے:

چالاک بن عُمرو غیرت میں آ کر کِسی سے کچھ کہے سُنے بغیر اپنے گھر سے نکل گیا۔ وہ دُشمن کے لشکر میں پہنچ کر امیر حمزہ کا پتا لگانے اور رہائی دلانے کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا عزم کر چکا تھا۔ دن کا وقت تھا۔ سامنے سے دُشمن کے لشکر میں داخل ہونا مُمکن نہ تھا۔ ایک لمبا چکّر لگا کر اس نے پہلو یا پیچھے کے حصّے کی طرف جانے کا قصد کیا۔ چلتے چلتے دن ڈھلے اِتّفاق سے وہ اِس ویرانے کی طرف جا نکلا جس کے ایک کنویں میں طرّار امیر حمزہ کو قید کر گیا تھا۔

دُشمن کا لشکر وہاں سے کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔ سورج ڈوبنے کے انتظار میں اُس نے کچھ دیر وہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ اسی عرصے میں اچانک پتھروں کے ایک ڈھیر کو دیکھ کر اُسے کُچھ شُبہ ہوا۔

"شاید یہاں کوئی چیز چھُپائی گئی ہے۔" اس نے سوچا اور پتھروں کو ہٹانے لگا۔ یہ دیکھ کر اُسے سخت مایوسی ہوئی کہ دولت یا کسی اور چیز کے بجائے پتھروں کے نیچے ایک اندھے کنویں کا دہانہ چھُپا ہوا تھا۔ اُس نے خیال کیا کہ لوگوں نے کنویں کا مُنہ اِس لیے ڈھانپ دیا ہے کہ کوئی بھُولا بھٹکا آدمی یا جانور

اندھیرے میں اِس کے اندر نہ گر جائے۔ اُسے وہم تک نہ ہو سکا کہ امیر حمزہ اِس کنویں میں قید ہو سکتے ہیں۔ امیر حمزہ اس وقت تک بے ہوش تھے ورنہ شاید کنویں کا دہانہ کھلنے کے بعد مدد کے لیے آواز دیتے۔

ممکن ہے چالاک کنویں کا مُنہ پھر بند کر دیتا۔ لیکن بے نتیجہ مشقّت کرنے کی جھنجلاہٹ میں اُس نے اس کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ پھر جیسے ہی سورج نے پہاڑوں میں مُنہ چھپایا چالاک نے خُود کو دُشمن کی چھاؤنی میں پہنچایا۔ ساری رات اُس نے بھیس بدل بدل کر لقا، فرامُرز، بختیارک، سلیمان عنبریں، حسینہ جادُو اور قیدیوں کے خیموں کے چکّر کاٹ کاٹ کر سُن گُن لی مگر امیر حمزہ کی اُسے کہیں بُو نہ ملی۔

دُوسرے دن جب حسینہ جادُو نے شہزادہ عَلَم شاہ پر جادُو کر کے لشکرِ اسلام پر قہر ڈھایا تو چالاک نے غصّے میں آ کر امیر حمزہ کا خیال دل سے بھُلایا۔ حسینہ جادُو کے قتل کو اپنا اوّل و آخر مقصد ٹھہرایا۔

حسینہ عَلَم شاہ کے ساتھ لشکرِ اسلام کو لوٹ کر واپس پھری تو جشنِ فتح کے ساتھ

ساتھ اُس جشنِ نکاح کی بھی تیّاری شروع کر دی۔ دربار لقا میں عَلَم شاہ کو دُولہا بنایا جانے لگا۔ حسینہ نے اپنے خیمے میں پُہنچ کر دُلہن بننے کی تیّاری شروع کر دی۔

اس ہنگامے میں چالاک کو موقع مل گیا۔ ایک کونے میں چھُپ کر اُس نے ایک جادُوگر قاصد کا بھیس بھرا اور بڑے رُعب کے ساتھ حسینہ جادُو کے خیمے کے سامنے جا پہنچا۔ محافظوں اور دربانوں نے پوچھا تو اُس نے کہا "میں شہنشاہ افراسیاب کے پاس سے آیا ہوں اور حسینہ جادُو کے لیے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔" یہ سُنتے ہی اُنھوں نے اُسے عزّت سے بٹھایا اور فوراً ہی حسینہ جادُو کو یہ حال کہہ سنایا۔

وہ مانجھے میں بیٹھی ہوئی تھی مگر شہنشاہ افراسیاب کا نام سُنتے ہی بھاگی ہوئی آئی اور چالاک کی تعظیم بجا لائی۔ چالاک نے بڑے رُعب کے ساتھ ایک لفافہ اُس کی طرف بڑھا دیا اور کہا شہنشاہ نے یہ خط بھیجا ہے۔ حسینہ نے لفافے کو لے کر ادب سے سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، چوما اور پھر خط نکال کر پڑھنے

لگی۔ لکھا تھا:

"اے حسینہ جادُو! اپنی کار گزاریوں سے تُو نے میرے دل کو بہت ہی خوش کر دیا ہے۔ جب تو یہاں آئے گی، منہ مانگا انعام دوں گا اور اعلیٰ مرتبے پر سرفراز کروں گا۔ فی الحال سامری کے باغ کے کچھ طلِسمی پھل بطورِ خاص بھیج رہا ہوں۔ اِن کے کھانے سے تیری عُمر بڑھ جائے گی، موت کی ساعت ٹل جائے گی۔ خط ملتے ہی میرے قاصد کے سامنے یہ میوے کھانا۔ چند خاص اور پاک صاف کنیزوں کو بھی کھلانا لیکن اُن کے علاوہ اور سب کو خیمے سے باہر کر دینا۔ عَلَم شاہ سے تیرا نکاح مجھے بھی منظور ہے۔ نکاح کے بعد فوراً اُس کو ساتھ لے کر میرے پاس حاضر ہو جانا۔"

یہ خط پڑھتے ہی حسینہ جادُو نے چند خاص کنیزوں کے علاوہ سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور ادب سے چالاک کے سامنے سر جھُکا کر کھڑی ہو گئی۔ چالاک نے میدان صاف دیکھ کر ایک جڑاؤ صندوقچہ جھولی سے نکالا اور ڈھکن کھول کر حسینہ جادُو کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں طرح طرح کے تازہ میوے رکھے

تھے۔

حسینہ جادُو نے بڑی عقیدت کے ساتھ کُچھ میوہ اپنی کنیزوں کو دیا۔ باقی خود لیا۔ چند لمحوں میں اُنہوں نے میوہ کھا کر ختم کر دیا اور چالاک کو دعائیں دینے لگیں۔ میوے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی تھی۔ فوراً ہی اُن کو اپنا سر گھُومتا محسوس ہوا۔

حسینہ گھبرا کر بولی۔ "ارے! یہ چکّر سا کیوں آرہا ہے؟"

چالاک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُس نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میوہ اثر دکھا رہا ہے۔"

دوسرے ہی لمحے وہ سب چکرا کر فرش پر گر پڑیں۔ چالاک نے فوراً خنجر نکالا اور ایک ایک کر کے سب کا گلا کاٹ ڈالا۔ حسینہ جادُو کے مرتے ہی زبردست شور بلند ہوا۔ تاریکی چھا گئی، آندھیاں چلنے لگیں اور بعد کچھ دیر کے سنّاٹا ہو جانے پر آواز آئی:

”افسوس! شادی کی حسرت پوری ہونے سے پہلے مُجھے دغا سے ہلاک کیا۔ میرا نام حسینہ جادُو تھا۔“

یہ آواز سنتے ہی حسینہ جادُو کے لشکر کے سپاہیوں اور سرداروں کا دل ٹوٹ گیا۔ بدحواس ہو کر سب اِدھر اُدھر دوڑنے بھاگنے لگے۔ چالاک نے موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ حسینہ جادُو کے خیمے سے نکل کر سیدھا لشکرِ اسلام کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

شہزادہ عَلَم شاہ کو لقا کے دربار میں شاہانہ جوڑا پہنایا جا چُکا تھا۔ سر پر سہرا باندھا جا رہا تھا۔ اِسی لمحے حسینہ جادُو کے مر جانے کی وجہ سے اُس کا جادُو ان پر سے اُتر گیا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آیا تو خود کو لقا کے دربار میں دُولہا بنا ہوا دیکھ کر سخت حیران ہوا۔

پوچھنے پر بختیارک شیطان نے اُسے سارا حال بتایا۔ شہزادے کو جو یہ پتا چلا کہ وہ لقا کو سجدہ کر چکا ہے اور اپنے لشکر کو حسینہ جادُو کے چکّر میں پڑ کہ زبردست نقصان پہنچا چکا ہے تو اسے سخت غصّہ آیا، سہرا نوچ کر ایک طرف پھینکا اور

تلوار نکال کر لقا کی سمت للکارتے ہوئے جھپٹ پڑا۔

لقاڈر کر تخت کے نیچے چھپ گیا۔ اس کے محافظ شہزادے کے سامنے آ گئے۔ زور دار تلوار چلنے لگی۔ لقا کے محافظ کھیرے ککڑی کی طرح شہزادے کی تلوار سے کٹ کٹ کر ڈھیر ہوتے رہے۔ مگر اُن کی جگہ فوراً ہی دوسرے محافظ آموجود ہوتے تھے۔

جب شہزادے نے محسوس کیا کہ محافظ ہر طرف سے اُمڈ کر اُسے گھیرے میں لے لینا چاہتے ہیں۔ تو اُس نے ایک زور دار نعرہ بلند کیا اور محاصرہ کرنے والوں کی بھیڑ کو کائی کی طرح پھاڑ تا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

شہزادے کے نعرے کی گونج شہزادہ ہاشم تیغ زن، لندھور، مندیل اصفہانی اور ان دوسرے سورماؤں کے کانوں سے بھی ٹکرائی جنہیں حسینہ جادُو نے گرفتار کر کے ایک خیمے میں قید کر دیا تھا۔ جوش میں آ کر ان سب نے اپنی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو توڑ ڈالا اور اپنے پہرے داروں کے ہتھیار چھین کر دشمن کی چھاؤنی میں قیامت برپا کر دی۔

اُدھر کنویں کے مُنہ سے پتھّر ہٹ جانے کی وجہ سے امیر حمزہ کو تازہ ہوا اور روشنی ملی تو وہ ہوش میں آ گئے۔ جلد ہی اُنہیں احساس ہو گیا کہ سوتے میں دُشمن کا کوئی عیّار انہیں اٹھا لایا ہے اور اس کنویں میں قید کر گیا ہے۔ جُوں تُوں کر کے اُنہوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کو بند سے آزاد کیا مگر کنویں اسے باہر آنے میں ناکام رہے۔ وہ دن اور رات انہیں اسی پریشانی میں گزری۔ دوسرے دن انہوں نے کنویں کے دہانے کے قریب کچھ آوازیں محسوس کیں۔ ان کے جی میں آئی کہ مدد کے لیے پکاروں مگر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ کہیں دشمن کے آدمی نہ ہوں۔

خُوش قسمتی سے وہ انہی کی فوج کے دو سپاہی تھے۔ شہزادہ عَلَم شاہ اور حسینہ جادُو نے لشکر اسلام پر قہر ڈھایا تو جان بچانے کے خیال سے وہ اِس کھنڈر کی طرف آ نکلے۔ یہاں کنواں دیکھ کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ خطرہ محسوس کرنے پر اُنہیں اِس کے اندر چھپ جانا چاہیے۔

کچھ دیر بعد کنویں کی گہرائی معلوم کرنے کے خیال سے اُن میں سے ایک رسی

کے ذریعے اندر اتر گیا۔ اسی موقع پر حقیقت کھل کر سامنے آئی۔ امیر حمزہ کنویں سے باہر نکلے اور دونوں سپاہیوں کو تسلّی دینے لگے۔ سپاہیوں کا کلیجا گز بھر کا ہو گیا۔

اچانک اُنہیں لقا کے خیمے کے آس پاس اپنے سورماؤں کے مجاہدانہ نعرے گونجتے سُنائی دیے۔ اب زیادہ سوچ بچار فضول تھا۔

تینوں بھوکے شیروں کی طرح دُشمن کے لشکر پر جھپٹ پڑے۔ چند ہی لمحوں بعد امیر حمزہ کے نعرے کی گونج زمین و آسمان کو ہلا رہی تھی۔ شہزادوں اور سرداروں نے امیر حمزہ کا نعرہ سُنا تو ان کا جوش سو گنا بڑھ گیا۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر اُنہوں نے دشمنوں کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا۔

اُدھر چالاک نے لشکر اسلام میں جا کر جو حسینہ جادُو کے قتل کی خوش خبری سنائی تو سپاہیوں اور سرداروں کی گئی ہوئی ہمّت پلٹ آئی۔ زخمیوں کو چھوڑ کر باقی سب اکٹھے ہوئے اور وقت ضائع کیے بغیر دشمنوں پر چڑھ دوڑے۔ لقا اور حسینہ جادُو کی چھاؤنیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ انسانوں اور گھوڑوں کی

لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ دشمن بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور چند ہی ساعتوں میں اُن کی چھاؤنی خالی ہو گئے۔

سلیمان عنبریں، لقا، فرامُرز، بختیارک اور بچے کھچے سردار اور سپاہی بھاگ کر قلعۂ عقیق میں پناہ گزین ہو گئے۔ امیر حمزہ، شہزادوں اور سرداروں سمیت دُشمن کی چھاؤنی کو لوٹ کر فتح کے نقّارے بجاتے ہوئے اپنی چھاؤنی میں واپس آئے۔ بادشاہ سعد بن قباد بھی زخموں کی تکلیف بھلا کر پہاڑوں سے تشریف لے آئے۔ امیر حمزہ نے اُن کا شایانِ شان استقبال کیا۔ سب مل کر جشن کی تیّاریاں کرنے لگے۔ اس رات چالاک بن عُمرو سب کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ بادشاہ، امیر حمزہ، عَلَم شاہ، ہاشم تیغ زن، لندھور، مندیل اصفہانی اور سارے سرداروں نے اُسے دل کھول کر انعام دیا۔ بلاشبہ آج کی کامیابی کا سہرا اسی کے سر تھا۔

اس کارگزاری اور بھرپور ہمّت افزائی سے چالاک کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے سوچا قلعۂ عتیق میں پہنچ کر دُشمن کا نیا منصوبہ معلوم کر کے اس کا توڑ

کرنا چاہیے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح وہ لقا کے ایک زخمی سپاہی کے بھیس میں قلعے کے اندر جا پہنچا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی لقا کے ایک دربان سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ باتوں باتوں میں چالاک نے اس سے لقا کی بار گاہ کے اندر کا حال معلوم کر لیا۔ پھر ترکیب سے اُسے ٹھکانے لگا کر اس کا بھیس اختیار کر کے لقا کی ڈیوڑھی میں جا ڈٹا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ باہر سے دو چوب دار ایک خوبصورت جادُوگرنی کو ادب کے ساتھ ہمراہ لا کر چالاک کے پاس چھوڑ کر خود باہر چلے گئے۔ جادُوگرنی نے چالاک کو دربان سمجھتے ہوئے کہا:

”میرا نام خُمار جادُو ہے۔ شہنشاہ افراسیاب کا ایک خط خُداوند کے نام لائی ہوں۔“

چالاک نے کان کھڑے کیے۔ اُٹھ کر ایک طرف گیا اور چند لمحوں بعد واپس آ کر بولا:

”میرے ساتھ آیئے۔“

خُمار پیچھے پیچھے چل دی۔ چالاک نے اسے لے جا کر ایک سجے ہوئے خالی حجرے میں بٹھایا اور شربت میں بے ہوشی کی دوا ملا کر گلاس اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

”یہ خداوند کا تبرک ہے۔ صرف خاص بندوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پی کر تازہ دم ہو جایئے۔ اس کے بعد بے کھٹکے دربار میں چلی جایئے۔“

خمار جادُو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے شربت کا گلاس چڑھا گئی۔ لیکن آخری گھونٹ حلق سے اُتارتے ہی اُسے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ چالاک نے قینچی نکال کر سب سے پہلے اس کی چوٹی کاٹی، پھر لفافہ کھول کر افراسیاب کا خط پڑھا۔ اس میں عُمرو کے گرفتار ہونے کی اطلاع دے کر افراسیاب نے بختیارک کو بھیجنے کی درخواست کی تھی۔

یہ خط پڑھ کر چالاک کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ آخر کار وہ خط تو اس نے اپنی جیب میں رکھا اور جلدی

جلدی ایک دوسرا خط افراسیاب کی جانب سے لقا کو لکھ کر لفافے میں بند کیا اور خُمار کے ہاتھ میں پہلے کی طرح دبا کر خود وہاں سے رفو چکّر ہو گیا۔

کچھ دیر بعد خُمار کو ہوش آیا، اپنی حالت دیکھ کر اُس نے اپنے بے ہوش ہو جانے کا اندازہ لگایا۔ مگر دل کو سمجھایا کہ شاید یہاں کا یہی دستور ہو اور خُداوند کے رُوبرو پہلی بار جانے والے کو پاکیزہ بنانے کا یہی طریقہ ہو۔

اُسے یہ بات یاد آگئی کہ دربان (یعنی چالاک) نے شربت دیتے وقت کہا تھا کہ پی کر دربار میں چلی جانا۔ چنانچہ اس نے دربان کے وہاں موجود نہ ہونے کا کچھ خیال نہ کیا، اپنا لباس درست کیا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لقا کے دربار میں جا داخل ہوئی۔ اسے وہم تک نہ ہوا کہ اس کی چوٹی غائب ہے۔ لقا کے تخت کے سامنے جب وہ اُسے سجدہ کرنے کے لئے جھُکی تو اہلِ دربار اس کی کٹی ہوئی چوٹی دیکھ کر مُسکرانے لگے۔

سجدہ کر کے خُمار جادُو نے بڑے ادب کے ساتھ لقا کو افراسیاب کا خط پیش کیا۔ لقا نے مُنشی کی طرف اشارہ کیا۔ مُنشی نے لفافہ کھول کر خط دیکھا۔

مضمون دیکھ کر وہ بُری طرح سٹپٹا گیا۔ خط گالیوں اور دھمکیوں سے بھرا تھا۔ لقا کی شان میں ایسے الفاظ وہ اپنے مُنہ سے ادا نہ کر سکا تھا۔ اُس نے بات بنائی۔ ”خداوند! خط کا مضمون ایسی تحریر میں ہے جو میں نہیں جانتا۔ شاید طلِسمی یا جِنّاتی زبان ہے۔“

اس پر بختیارک شیطان نے وہ خط اُس سے لے لیا اور پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بلند آواز سے لقا کو پڑھ سُنایا۔

خط کی واہیات باتیں سُن کر لقا کو سخت غصّہ آیا۔ خُمار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ گرج اُٹھا:

”اس افراسیاب خانہ خراب کی یہ جرأت کہ میری شان میں گستاخی کرے۔ اب چٹکی بجاتے میں اسے غارت نہ کردوں، اس کی روح کو جہنّم کی بھٹّی میں نہ جھونکوں تو خدا نہیں۔“

خُمار یہ رنگ دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگی۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ ”یا خداوند! افراسیاب نے ایسی باتیں ہرگز خط میں نہیں لکھی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے راہ

میں خط کسی نے بدل دیا ہے۔ میرے سامنے جب عُمرو گرفتار ہو کر آیا تھا تو شہنشاہ نے اپنے منشی سے لکھوایا تھا کہ خداوند بختیارک کو روانہ کریں تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے عُمرو کو قتل کرے۔"

بختیارک یہ سُن کر بول پڑا:

"عُمرو کا گرفتار ہونا غیر ممکن ہے۔ میں سمجھ گیا۔ اس نے کسی اور کو اپنی صُورت کا بنا کر قید کرا دیا اور خُود تیرے پیچھے لگ کر خط بدل دیا۔ بلکہ تیری چوٹی بھی کاٹ لی۔"

یہ سُنتے ہی خُمار جادُو نے گھبرا کر اپنی چوٹی پر ہاتھ مارا۔ وہاں کیا رکھا تھا۔ بے اختیار رو پڑی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ سب عُمرو ہی کا کام ہے اور وہ یہاں تک اُس کے آگے پیچھے آیا ہے۔ کہنے لگی:

"حضور، آپ سچ کہتے ہیں۔ طِلِسم کو اُڑ کر پار کرتے وقت میرے کندھے بڑے بوجھل تھے۔ ضرور وہ کسی نہ کسی طرح میرے ساتھ آیا ہے۔ بے شک دربان کے بھیس میں اُس نے ہی شربت پلا کر مجھے ڈیوڑھی پر بیہوش کیا تھا۔

اُسی نے اصلی خط نکال کر لفافے میں نقلی خط رکھا اور میری چوٹی کاٹ لی تاکہ اس کی آمد کا ثبوت ہر ایک کو مل جائے۔"

اس پر بختیارک نے بے ساختہ عُمرو کی شان میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور خُمار سے کہا:

"بس اب بات صاف ہو گئی۔ چند لمحوں میں تم اُنہیں یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی۔"

دراصل بختیارک یہ بات جانتا تھا کہ جس جگہ عُمرو خفیہ طور پر موجود ہو تعریف کرنے سے خُود کو ظاہر کر دیتا ہے۔ وہ اس طرح تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ آیا عُمرو واقعی خُمار کے ساتھ آیا ہے اور یہاں موجود ہے؟ کچھ دیر اور عُمرو کی تعریفیں کرنے کے بعد وہ چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا خوشامد کے لہجے میں پُکار اُٹھا:

"یا خواجہ عُمرو! غلام آپ کی زیارت کے لیے بے قرار ہے۔ اگر آپ اس محفل میں تشریف رکھتے ہوں تو لِلّٰہ حجاب نہ فرمائیے۔ جلد اپنا جلوہ

دکھلائیے۔"

چالاک اس وقت ایک خدمت گار کے بھیس میں دربار میں موجود تھا اور ساری باتیں سُن رہا تھا۔ اِکبارگی اُس کے دل میں آئی کہ اگر میں عُمرو کی شکل میں دربار میں ظاہر ہو جاؤں تو لقا، بختیارک اور خُمار جادُو سبھی یہ یقین کر لیں گے کہ عُمرو یہاں ہے اور عُمرو کے بھیس میں جو آدمی افراسیاب کے پاس قید ہے وہ کوئی اور آدمی ہے۔ کیا عجب کہ یہ غلط فہمی کام دے جائے اور عُمرو رہا کر دیا جائے۔ ایسا ہو گیا تو ہزاروں کوس دور رہتے ہوئے بھی عُمرو کو رہائی دلانے کا سہرا میرے ہی سر بندھے گا۔

یہ سوچ کر چالاک ایک دروازے سے نکلا اور کسی گوشے میں عُمرو کی سی صورت بنا کر اور بائیں آنکھ میں اُسی کا ساتِل سجا کر دوسرے دروازے سے اندر آ گیا۔ بختیارک اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور چاپلوسی کی باتیں کرنے لگا۔ چالاک عُمرو کی سی چھلانگ لگا کر بختیارک کے قریب پُہنچا اور بائیں آنکھ کا تِل دکھاتے ہوئے شوخی سے بولا:

”پھر نہ کہنا کہ تمہاری خوشامد پر عُمرو نہیں آیا۔ نکالو زیارت کا نذرانہ۔“

بختیارک شیطان کی تو جیسے نانی مر گئی۔ جلدی جلدی اس نے اپنی جیب میں سے ساری نقدی نکالی، گلے کی مالا اور ہاتھ کی انگوٹھیاں اُتاری اور ریشمی رومال میں باندھ کر چالاک کے سامنے پیش کر دیں۔ چالاک یہ پوٹلی لے کر لقا کو سلام کرتا ہوا دربار کے باہر جانے لگا۔ اسی لمحے خُمار جادُو اُسے عُمرو سمجھ کر پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی غصّے سے اُس پر جھپٹ پڑی۔

”ٹھہر تو جا کم بخت! چوٹی کاٹنے کا انعام بھی تو لیتا جا۔“

قریب تھا کہ خُمار جادُو اس پر جادُوئی ناریل کھینچ مارتی مگر اس سے پہلے ہی چالاک نے پھُرتی کے ساتھ بے ہوشی کا غبارہ نکال کر اُس کے منہ پر کھینچ مارا۔ ناریل اِس کے ہاتھ ہی میں رہ گیا اور وہ ایک چھینک لے کر بے ہوش ہو گئی۔ چند محافظ تلواریں سُونت کر چالاک کی طرف بڑھے تو اُس نے بختیارک کو للکارا۔

”ملک جی! انہیں روک لو۔ نہیں تو آج تمہاری انتڑیاں باہر کر دوں گا۔ خوشامد

کر کے کیا پکڑوانے کے لیے بلایا تھا۔ خبر دار جو کوئی آگے بڑھا۔ یاد رکھو! میرا نام عُمرو ہے۔ اگر کسی نے چھیڑا تو سارا دربار لوٹ کر اور سو پچاس کو قتل کر کے واپس جاؤں گا۔"

بختیارک نے محافظوں کو اشارہ سے منع کیا۔ سب اپنی جگہ رُک گئے۔ چالاک اطمینان کے ساتھ دربار سے باہر نکل گیا۔

بختیارک خُمار کو ہوش میں لایا اور کہا:

"بی جادُو گرنی! غصّہ تھوک دو۔ عُمرو ایسا نہیں کہ تم اس پر وار کر سکو۔ البتہ یہاں جو کچھ بھی دیکھا سُنا ہے سب جا کر تفصیل کے ساتھ افراسیاب کو کہہ سُنانا۔"

لقا نے مُنشی سے کہا:

"افراسیاب کے خط کا جواب بھی لکھ کر اِسے دے دو۔"

منشی نے کاغذ قلم سنبھالا تو لقا نے اس مضمون کا خط لکھوایا:

"اے افراسیاب! معلوم ہوتا ہے تیری حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ خُود تیرے ملازم بھی تُجھے دھوکا دینے لگے ہیں۔ کان کھول کر سُن لے، تیری عیّارہ نے عُمرو کے نام سے جو شخص گرفتار کر کے تیرے سامنے پیش کیا ہے، وہ ہرگز عُمرو نہیں ہے۔ اصلی عُمرو تو خُمار جادُو کے ساتھ میرے دربار تک آیا ہے جسے یہاں سب نے دیکھا اور پہچانا ہے۔ میں نقلی عُمرو کے قتل کے لیے بختیارک کو نہیں بھیج سکتا۔ اس کی جان خواہ مخواہ خطرے میں کیوں ڈالوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حسینہ جادُو اور اُس کی ساری فوج کا کام تمام ہو چکا ہے۔ دُشمن اپنی چھاؤنی میں فتح کے ڈنکے بجا رہا ہے اور ہم یہاں قلعہ بند ہیں۔ لٰہذا جلد کسی مشہور سردار کو زبردست فوج کے ساتھ روانہ کر کہ وہ دشمنوں کو ہلاک کر کے اپنی اور تیری بخشش کا سامان کرے۔"

خط کو لفافے میں بند کر کے مُنشی نے اس پر مہر لگائی اور لفافہ خُمار کی طرف بڑھا دیا۔ خُمار نے لفافے کو آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا اور پھر لقا کو سجدہ کر کے وہاں سے رُخصت ہوئی۔

عُمرو کی رہائی

عُمرو کی عادت تھی کہ قید ہونے پر بھی چہکتا رہتا تھا۔ اداس یا پریشان ہونے کی بجائے ہنسی مذاق کرتا یا دشمن کو دھمکایا کرتا تھا۔ مگر اس بار اُس کی حالت بالکل مختلف تھی۔ صرصر عیّارہ نے ملکہ مہ رُخ کا رُوپ دھار کر جس خوبصُورتی کے ساتھ اُسے اپنے جال میں پھانسا تھا اِس کا اُس کے دل پر گہرا اثر ہوا تھا۔ ہر چند افراسیاب نے مزے لینے کے لیے اُسے کئی بار چھیڑا تھا مگر سوائے اپنے سر پر ہاتھ مارنے اور چہرے سے اپنی بے بسی ظاہر کرنے کے اس کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نکلا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ سخت پریشان، سہما ہوا اور ہکّا بکّا ہے۔ افراسیاب اس کے اِس

حال پر بڑا تعجب کرتا اور رہ رہ کر دل میں سوچتا۔ ”عُمرو اچانک کتنا بدل گیا ہے عیّار تو معلوم ہی نہیں دیتا۔“

افراسیاب کے سوال جواب سے بچنے کے لیے عُمرو نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ظاہری طور پر بے ہوش ہو جایا کرتا۔

اتفاق سے جب وقت خُمار جادُو لقا کا جواب لے کر افراسیاب کے پاس پُہنچی اُس وقت بھی عُمرو بے ہوش بنا ہوا تھا۔

خُمار جادُو نے پُہنچتے ہی رو رو کر سارا واقعہ جو اس کے ساتھ پیش آیا تھا اور جو کچھ اس نے لقا کے دربار میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا سب بیان کیا، اپنی کٹی ہوئی چوٹی اور لقا کا جواب اُس کے سامنے پیش کر دیا۔

خمار جادُو کا بیان سُن کر اور لقا کا خط پڑھ کر افراسیاب دل میں سخت شرمندہ ہوا اور یقین کر بیٹھا کہ عُمرو کے بارے میں یا تو صرصر نے خُود دھوکا کھایا ہے یا پھر اپنا کارنامہ جتانے کے خیال سے جان بوجھ کر کسی اور کو عُمرو بنا کر پکڑ لائی ہے۔ اس بات پر بھی وہ اندر ہی اندر بہت کٹ رہا تھا کہ ناحق میرے سبب خداوند

کو بھرے دربار میں نقلی خط کی گالیاں سُننی پڑیں۔ ایک مُصاحِب کو اس نے حکم دیا:

"عُمرو کو ہوش میں لا اور ہاتھ پیر کھول کر میرے قریب لا کر بٹھا۔"

مُصاحِب نے چند چھینٹے پانی کے عُمرو کے منہ پر مارے۔ اُس نے خُمار اور افراسیاب کی ساری باتیں سُن لی تھیں، آہستہ آہستہ اس طرح آنکھیں کھولیں جیسے واقعی بے ہوش رہا ہو۔ خُمار اور افراسیاب کی گفتگو سے اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لقا کے دربار میں میرے کسی شاگرد نے میری رہائی کے لیے یہ سارا ڈراما کھیلا ہے۔ رہائی کی اُمّید نے اُس کے بجھے ہوئے دل کو پھر سے چمک بخش دی۔ مگر ظاہر میں وہ پہلے ہی کی طرح اداس، پریشان اور فکر مند شکل بنائے افراسیاب کے سامنے دوزانو ہو بیٹھا۔

"اے شخص!" افراسیاب نے اس سے سوال کیا۔ "سچ سچ بتا تو کون ہے اور یہاں تک کیسے پُہنچا۔ خبر دار! جھوٹ ایک لفظ نہ ہو۔"

عُمرو نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا:

”عالم پناہ! ناراض نہ ہوں۔ سچ بات یہ ہے کہ صرصر نے کہا تھا کہ تُجھے عُمرو بنا کر لے چلتی ہوں۔ شہنشاہ تُجھے قید کر دیں گے۔ مگر گھبرانا نہیں۔ رات کو موقع پا کر میں تُجھے چھُڑادوں گی اور پانچ ہزار روپے اس ڈرامے کے لیے تُجھے نقد دوں گی۔ بس حضور! مجھے پیسوں کی ضرورت تھی، چلا آیا۔ میں طلِسم ظاہر کا ایک درزی ہوں۔ بہت غریب ہوں۔ پانچ جوان لڑکیاں شادی کے قابل بیٹھی ہیں۔ مجبور نہ ہوتا تو کبھی یہ بھیس نہ بھرتا۔“

عمرو کے مزاج کی تبدیلی افراسیاب کو شروع ہی سے بڑی عجیب لگی تھی اور لقا کے خط اور خمار جادُو کے بیان نے تو اس کے دل میں یقین پیدا کر دیا تھا کہ اصلی عُمرو ہرگز اس کی قید میں نہیں ہے۔ اب جو عُمرو نے خود کو غریب درزی ظاہر کیا تو اُسے یقین ہو گیا کہ صرصر نے جان بوجھ کر اُسے دھوکا دیا ہے۔

افراسیاب نے سچ بولنے کے انعام میں پانچ ہزار روپے عُمرو کو دِلوائے اور تنبیہ کر کے رُخصت کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے صرصر کو طلب کیا۔ وہ آئی تو افراسیاب نے ایک جلّاد کو حکم دیا کہ اس کو ستون سے باندھ کر کوڑے لگاؤ۔

حکم کی تعمیل کی گئی۔ صرصر پر شراپ شراپ ہنٹر برسنے لگے۔ وہ چیخ پڑی۔

”عالی جاہ! سامری کے نام پر، جمشید کے نام پر میرا قصور تو بتائیے۔ کیا خدمت گاری کا یہی انعام ہے؟“

جب آٹھ دس کوڑے اس پر پڑ چکے تو شہنشاہ نے جلاد کو اُسے روکنے کا اشارہ کیا اور گرج کر کہا:

”بے شرم! اب بھی قصور پوچھتی ہے۔ غریب درزی کو عُمرو بنا کر میرا پکڑ لائی۔ خُمار کی چوٹی کٹوائی۔ خُداوند لقا کی نگاہ میں مجھے ذلیل کرایا۔ اور کہتی ہے، میرا قصور بتائیے۔“

”حضور! سامری اور جمشید کی قسم میں بے گناہ ہوں۔ کسی معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ عُمرو کے علاوہ میں ہرگز کسی اور کو نہیں لائی۔ کہیں اِس غلط فہمی میں اُسے چھوڑ نہ دیجیے۔ دوبارہ مشکل سے ہاتھ آئے گا۔“

”واہ ری نمک حرام، اتنی ڈھائی۔ نقلی عُمرو کو تو میں آزاد کر چکا ہوں۔ لیکن اگر وہی اصلی عُمرو تھا تو بتا خُمار کے ساتھ خُداوند کے دربار تک کون گیا تھا، خُمار کی چوٹی کس نے کاٹی۔ بختیارک نے کِس کو بُلایا اور خداوند کے سامنے علیٰ الاعلان کون عُمرو آیا تھا۔ کیا تو خداوند کے خط کو بھی جھٹلانا چاہتی ہے؟“

افراسیاب نے نفرت سے کہا اور لقا کا خط سامنے کر دیا۔ صرصر نے تلملاتے ہوئے کہا:

”عالم پناہ! میں یہ سب باتیں نہیں جانتی۔ فیصلہ کتابِ سامری پر ہے۔ اگر میری بات غلط ثابت ہو تو بے شک جو چاہے مجھے سزا دیجیے۔ ورنہ جلدی اُس مُوئے عُمرو کی فکر کیجیے۔ کہیں دُور نہ نِکل جائے۔ کاش اُسے رہا کرنے سے پہلے احتیاطاً آپ کتاب سامری دیکھ لیتے۔“

صرصر کا یہ مطالبہ بڑا معقول تھا۔ افراسیاب نے کتابِ سامری کھولی تو سارا بھید کھُل گیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا۔ صرصر کر کھلوا کر اُس نے اُسے بہت سا انعام دیا اور کہا:

”جو ہوا سو ہوا۔ اب جس طرح بن پڑے اُس مُوذی کو پکڑ کر لے آ۔ اب کی اُسے ایسی سزا دوں گا کہ دس مرتبہ مر مر کر زندہ ہو تب بھی نہ بھُول سکے گا۔“

صرصر افراسیاب سے رُخصت ہو کر جوش میں بھری ہوئی عُمرو کو تلاش کرنے چل دی۔ عُمرو کو نکلے ہوئے کچھ دیر ضرور ہو چکی تھی مگر صرصر کو یقین تھا کہ وہ دریائے خُونِ رواں کے کنارے کسی نہ کسی جگہ اُسے مِل جائے گا۔ اس لیے کہ پُل پریزادان سے جو کہ اس دریا کے اُوپر تھا کوئی بھی شخص بغیر اجازت افراسیاب کے گزر نہیں سکتا تھا اور بغیر جادُو کی طاقت کے کوئی دریا کے اوپر سے اُڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

عُمرو بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا۔ دوسرے اسے اس بات کا بھی احساس تھا کہ افراسیاب زیادہ دیر تک دھوکے میں نہ رہے گا۔ جلد ہی اُسے پتا چل جائے گا کہ اصل عُمرو میں ہی تھا۔

اِسی خیال سے احتیاطاً اس نے عیّاری کی چادر اوڑھ لی تھی اور دریائے خونِ

رواں پار کرنے کی فکر میں باغ سیب سے نکل کر اِدھر اُدھر چکر لگا رہا تھا۔ اِتفاقاً وہ افراسیاب کے وزیر خاص باغبان قدرت کے محل کی طرف جا نکلا۔ دل میں آئی کہ اندر چلنا چاہیے۔

قسمت آزمانی کرنی چاہیے۔ کیا عجب کہ کچھ کمائی بھی ہو جائے اور طلِسم باطن سے باہر نکل جانے کی بھی کوئی صورت بن جائے۔

یہ سوچ کر عُمرو نے ایک گوشے میں جا کر ایک گویّے کی صورت بنائی اور اِکتارہ ہاتھ میں لے کر محل کے دروازے پر تان لگائی۔ باغبانِ قدرت کی بیوی گُل چین اس وقت شوہر کے ساتھ محل کے پائیں باغ میں بیٹھی تھی۔ عُمرو کی تان سُنتے ہی اُسے ایک پھُریری سی آئی۔ اُس نے ایک کنیز کو اشارہ کیا کہ گویّے کو جلد یہاں لے کر آئے۔

عُمرو کا تو مقصد ہی یہی تھا۔ جیسے ہی کنیز نے دروازے پر آکر اُسے بلایا، بغیر کچھ کہے سُنے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔

باغبان اور گُل چین کے سامنے پہنچ کر اس نے اُنہیں جھُک کر سلام کیا اور

سامنے گھاس پر بیٹھ کر اور آنکھیں مُوند کر اِکتارہ کے تار کو چھیڑنے لگا۔ باغبان ساحر زبردست تھا۔ اس نے جو غور کی نگاہ سے عُمرو کے چہرے پر نظر ڈالی تو روغن عیّاری اس کے چہرے کا پگھل کر بہہ گیا۔ اصلی صورت عُمرو کی ظاہر ہو گئی۔ عُمرو نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اِکتارہ بجانا موقوف کیا اور گھبرا کر بھاگ جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

باغبان نے منتر پڑھ کر جو پھُونکا تو اُس کے قدم زمین میں جم گئے۔ "ہوشیار باش او عیّار! اب تو بچ کر نہیں جا سکتا۔ اسی وقت تُجھ کو گرفتار کر کے شہنشاہ کے پاس لے جاتا ہوں۔"

گُل چین نے جو آناً فاناً میں یہ بدلتا ہوا معاملہ دیکھا تو ہکّابکّارہ گئی۔ مگر عُمرو کا گانا سُننے کا شوق اس کے دل میں اتنا زیادہ پیدا ہو گیا تھا کہ فوراً ہی سنبھل کر اُس نے باغبان سے کہا:

"جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ اب یہ بھاگ کر تو جا نہیں سکتا۔ کیوں نہ اِس سے دو چار گانے سُن لیے جائیں۔ کوئی روز روز یہ موقع تو ہاتھ نہیں آئے گا۔ گانا

سُننے کے بعد بے شک شہنشاہ کے پاس لے جایئے۔"

باغبان گُل چین کو بُہت چاہتا تھا۔ یہ باتیں اُس نے کُچھ اس انداز سے کہیں کہ باغبان کا دل پگھل گیا۔ منتر پڑھ کر اُس نے عُمرو کے پیر زمین سے چھڑُا دیے اور اُس سے گانا سُنانے کی فرمائش کی۔ اب عُمرو نے نخرہ دکھایا۔

"اگر تم نے مجھے گرفتار ہی کرنے کی ٹھانی ہے۔" عُمرو نے کہا "تو بغیر رقم لیے میں ہر گز گانا نہ سناؤں گا۔"

یہ شرط کچھ مشکل نہ تھی۔ گُل چین نے فوراً ہی ایک ہزار کی تھیلی منگا کر اُس کے سامنے ڈال دی۔ عُمرو نے تھیلی کو زنبیل میں رکھا اور بولا۔ "انعام اس کے علاوہ ہو گا۔"

باغبان اور گُل چین دونوں ہنس پڑے اور وعدہ کر لیا۔ عُمرو نے پھر آنکھ بند کر کے اِکتارہ چھیڑا، اور کچھ دیر گُنگُنانے کے بعد زبردست تان لے کر ایک پھڑکتی ہوئی غزل چھیڑ دی۔ اس غزل نے میاں بیوی دونوں کو اِتنا مست کر دیا کہ اُنہوں نے دوسری غزل کی فرمائش کر دی اور پھر تو یہ ہوا کہ فرمائشوں

کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ باغبان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ عُمرو ایک خطرناک دشمن ہے اور اسے گرفتار کر کے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرنا اس کا فرض ہے۔

اُدھر جب صرصر کو گئے زیادہ دیر ہوئی تو افراسیاب نے کتابِ سامری سے عُمرو کا حال معلوم کیا۔ اُسے پتا چلا کہ صرصر تو عُمرو کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہے مگر باغبان عُمرو کو اپنے گھر پر بٹھائے اُس کا گانا سُن رہا ہے اور رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ وہ غصّے سے سُرخ ہو گیا، منتر پڑھ کر ایک طِلسمی پُتلے کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا۔ "سیدھے باغبان کے محل میں جا اور پلک جھپکتے میں عُمرو اور باغبان دونوں کو پکڑ کر لے آ۔"

اُدھر پتلا روانہ ہوا۔ اِدھر افراسیاب ایک ہنٹر ہاتھ میں لے کر غصّے میں ٹہلنے لگا۔

باغبان کے محل میں عُمرو تان پر تان اُڑا رہا تھا اور وہ دونوں میاں بیوی مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ یکایک آسمان پر سے سُوں سُوں کی آواز عُمرو کے کان

میں آئی۔ اُس کا دل چلّا اُٹھا۔ "ہوشیار، آفت آئی!" ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اِکتارہ پھینک کر چادرِ عیّاری اوڑھ لی۔ دوسرے ہی لمحے طِلِسمی پُتلا زمین پر تھا۔ مگر اُسے عُمرو نظر نہ آیا تو باغبان کی کمر میں پنجہ ڈالا اور پھُر سے اُڑ گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ افراسیاب کے سامنے تھا۔

باغبان کو سامنے پاتے ہی افراسیاب نے اس پر ہنٹر برسانے شروع کر دیے۔ اب جا کر باغبان کے ہوش ٹھکانے لگے۔ عُمرو کے گانوں کی مستی اس کے دل سے دُور ہوئی۔ اپنی غلطی محسوس ہوئی۔ گڑگڑا کر شہنشاہ سے معافی مانگنے لگا۔ آخر کار جب اس نے وعدہ کیا کہ جلد سے جلد عُمرو کو گرفتار کر کے پیش کرے گا تب جا کر افراسیاب نے اپنا ہاتھ روکا۔ باغبان اِجازت لے کر وہاں سے رُخصت ہوا اور اُڑتا ہوا اپنے محل کی طرف چلا۔

اُدھر عُمرو نے باغبان اور طِلِسمی پُتلے کے جاتے ہی گُل چین کو بے ہوش کر کے ایک مسہری کے نیچے چھُپا دیا اور خود گل چین بن کر باغبان کی بڑی لڑکی نہال جادُو کو بُلا کر کہا:

”بیٹا بڑا غضب ہو گیا۔ عُمرو یہاں آ کر بھاگ نکلا اور تمہارا باپ شہنشاہ کے عتاب میں گرفتار ہوا۔ اب جلدی چلو۔ ہم مل کر عُمرو کر ڈھونڈیں، پکڑ کر شہنشاہ کے پاس لے جائیں ورنہ تمہارے باپ پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔“

نہال جادُو باپ کی مصیبت سن کر بے قرار ہو گئی۔ عُمرو نے اسے آمادہ پایا تو کہا:

”تم اپنے جادُو سے اُڑن تخت پیدا کرو۔ میں عُمرو کا پتہ لگانے کے لیے منتر پڑھ رہی ہوں۔“

نہال جادُو نے فوراً سحر پڑھ کر اُڑن تخت منگایا۔ دونوں اس پر سوار ہوئے۔ تخت آسمان پر بلند ہوا تو نقلی گُل چین نے کہا۔ ”دریائے خونِ رواں کی طرف چلو۔“

کچھ دیر میں دریا قریب آ گیا تو نقلی گُل چین نے کچھ بُدبُدا کر چٹکی بجاتے ہوئے کہا: ”پتا چل گیا۔۔۔ عُمرو دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ جلدی سے اُس پار چلو۔ سوتے میں ہم اُسے آسانی سے پکڑ لیں گے۔“

نہال جادُو اُس کے جھانسے میں آ گئی۔ اُس نے تخت کو دریا کے پار کیا اور نقلی گُل چین کے اشارے پر گنجان جھاڑیوں کی جانب اُترنے لگی۔

اسی اثنا میں باغبان اپنے محل میں پہنچ کر ماں بیٹی کی تلاش میں روانہ ہو چکا تھا۔ جب دونوں اُسے کہیں نہ دکھائی دیں تو جادُو سے اس نے ان کا اور عُمرو کا حال معلوم کیا پتا چلا کہ دریا کے اُس پار عُمرو نقلی گُل چین بنا ہوا اس کی بیٹی کو ہلاک کر کے رفو چکّر ہونے والا ہے۔ جوشِ غضب میں وہ بجلی کی طرح تڑپا کڑکتا اُس مقام پر جا پُہنچا۔

نہال جادُو اور عُمرو اُس وقت تخت سے اُتر چکے تھے اور عُمرو غچّہ دے کر نہال جادُو پر خنجر کا وار کرنے کی سوچ رہا تھا۔ اِکبارگی جو اس نے باغبان کو آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ نہال جادُو پر وار کرنے کا خیال چھوڑ کر اُس نے عیّاری کی چادر اوڑھ لی اور ایک جھاڑی کے نیچے دُبک گیا۔

باغبان کچھ دیر غصّے کی حالت میں عُمرو کو اِدھر اُدھر ڈھونڈتا رہا مگر جب وہ کہیں نہ دکھائی دیا تو اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا بیٹی کو لے کر گھر آیا۔ وہاں خاصی

تلاش کے بعد اُس نے گُل چین کو بھی ڈھونڈ نکالا اور اُسے ہوش میں لا کر کہنے لگا:

''تمہاری بیٹی نے عُمرو کو دریائے خُونِ رواں کے پار پہنچا دیا ہے۔ شکر کرو کہ میں جا پہنچا ورنہ صاحبزادی کا بھی کام تمام تھا۔ مجھے دیکھ کر مکّار فوراً رُوپوش ہو گیا ورنہ جانے نہ دیتا۔ لیکن اب وہ ضرور اپنے لشکر میں پہنچا ہو گا۔ بس اب میں جاتا ہوں۔ ڈنکے کی چوٹ اُسے اس کے خیمے سے اُٹھا لاتا ہوں۔''

گل چین نے جو اُس کے بگڑے تیور دیکھے تو کانپ گئی۔ فوراً ہی قدموں پر گر پڑی اور سمجھاتے ہوئے کہنے لگی۔ ''آپ کو سامری اور جمشید کا واسطہ زیادہ جوش میں نہ آیئے۔ جب شہنشاہ کا ان عیّاروں پر بس نہیں چلتا تو آپ کیوں خواہ مخواہ خود کو مُصیبت میں ڈالیں۔''

یہ باتیں باغبان کے دل پر اثر کر گئیں۔ عُمرو کے پیچھے جانے کا خیال ترک کر کے وہ افراسیاب کے پاس گیا اور عُمرو کے نکل جانے کا سارا واقعہ اس سے بیان کیا۔ افراسیاب غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ مگر اس ڈر سے کہیں باغبان ناراض ہو کر

مہ رُخ سے نہ جا ملے خُون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

اُدھر صرصر کی تلاش میں بہت دیر تک دریا کا کنارا چھانتی رہی لیکن جب اُسے کہیں اس کا نشان نہ ملا تو سوچا دریائے خونِ رواں کے پار جانا عُمرو کے لیے مشکل ہے یہیں کہیں چھُپ رہا ہو گا۔ کیوں نہ مہ رُخ کے لشکر میں جاؤں کسی اور نامور سردار کو شکار بناؤں۔ لوٹ کر آؤں گئی تو عُمرو کو بھی ڈھونڈ نکالوں گی۔ یہاں سے وہ جا ہی کہاں سکتا ہے۔

یہ ارادہ کر کے صرصر نے دریا پار کیا اور ملکہ مہ رُخ کے لشکر کی طرف چلی۔ اِتّفاق سے چھاؤنی کے باہر اُسے ملکہ مہ رُخ کا بیٹا شکیل جادُو ایک جگہ تنہا بیٹھا نظر آ گیا۔ صرصر نے چھُپ کر قریب سے دیکھا۔ شکیل دردناک اشعار پڑھ پڑھ کر اور شہزادی خُوبصورت جادُو کو یاد کر کر کے رو رہا تھا۔

خوبصورت جادُو ملکہ حیرت جادُو کی بیٹی تھی۔ شکیل اُس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ دیکھ کر مہ رُخ نے افراسیاب سے اُس کے رشتے کی بات کی تھی مگر افراسیاب نے غرور کے سبب اُس کی بات ٹھکرادی تھی۔ اسی وجہ سے مہ رُخ

افراسیاب سے ناراض ہو کر اور بیٹے کو ساتھ لے کر طلِسم باطن سے نکل گئی تھی اور جب شہزادہ اسد غازی اور شہزادی مہ جبیں نے افراسیاب کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو وہ اِن کے ساتھ شامل ہو گئی تھی۔

صرصر یہ ساری باتیں جانتی تھی۔ اس نے سوچا اگر اس موقع پر شکیل جادُو کو گرفتار کر کے ملکہ حیرت کے حوالے کر دیا جائے تو یہ ہر لحاظ سے اچھّا ہو گا۔ ایک تو دشمن کا ایک سردار کم ہو جائے گا۔ دُوسرے یا تو مہ رُخ بھی بیٹے کی محبّت میں ملکہ حیرت کے آگے جھُک جائے گی اور ماں بیٹے ایک دوسرے کے دُشمن ہو جائیں گے۔

اس نتیجے پر پہنچ کر صرصر نے بے خبری میں ایک غُبارۂ بے ہوشی مار کر شکیل کو بے ہوش کیا اور پھر باندھ کر بھاگم بھاگ ملکہ حیرت کے پاس اس کی چھاؤنی میں جا پہنچی۔

ملکہ حیرت شکیل کو گرفتار دیکھ کر باغ باغ ہو گئی۔ صرصر کو اس نے اپنا جڑاؤ گلُوبند انعام میں دیا اور سحر پڑھ کر شکیل کو ہوشیار کیا۔

شکیل نے خود کو بندھا ہوا ملکہ حیرت کے رُوبرُو پایا تو آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ کہا ”اے ملکہ! میں تو خود ہی زندگی سے بیزار ہوں۔ مجھے گرفتار کر کے آپ کو کیا خوشی ہو گی۔“

ملکہ حیرت کو اس کی حالت پر رحم آ گیا۔ بولی ”شکیل! تم کوئی غیر نہیں ہو۔ اپنا ہی خون ہو۔ لیکن تمہاری ماں ہماری دُشمن بنی ہوئی ہے۔ اگر تم اُس کا ساتھ چھوڑ دو، میری اطاعت اور وفاداری قبول کرو تو بے شک میں خوبصورت جادُو کی شادی تم سے کر دوں گی۔ بولو، منظور ہے ہو؟“

شکیل نے جو اپنا مُدّت کا بگڑا ہوا کام یوں اچانک بنتے دیکھا تو نیک و بد کی تمیز کھو بیٹھا۔ بے اختیار ملکہ حیرت کے قدموں پر گر گیا۔ قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کا یقین دلانے لگا۔ ملکہ نے شکیل کی درخواست منظور کر لی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ملکہ کے حکم پر ایک جادُوگرنی خوبصورت جادُو کو لے کر آ گئی۔ ملکہ نے دونوں کو لشکر کے پیچھے ایک شاہی خیمہ عنایت کیا۔ البتہ اُن کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک زبردست جادُوگرنی طاؤس کو مقرّر کر دیا۔

اِتّفاق سے عُمرو کا ایک عیّار شاگرد ضرغام شیر دل اس موقع پر بھیس بدلے ملکہ حیرت کے دربار میں موجود تھا۔ اس نے جو یہ معاملہ دیکھا، خون کھول اُٹھا۔ دل میں فیصلہ کیا چاہے جان رہے یا جائے، شکیل اور خوبصورت جادُو کو مہ رُخ کے پاس پہنچا کر ہی چھوڑوں گا۔ اسی وقت سے وہ اُن کے پیچھے لگ گیا۔

طاؤس کچھ دیر شکیل اور خوبصورت کے ساتھ خیمے کے اندر رہی۔ پھر اچانک اُسے احساس ہوا کہ دُشمن عیّاروں سے حفاظت کی فکر ضرور کرنی چاہیے۔ وہ اُنہیں چھوڑ کر باہر آئی اور قناتوں کے گرد گھوم پھر کر جادُو کا حصار قائم کرنے لگی۔ تاکہ جو عیّار اندر آئے وہ آتے ہی بے ہوش ہو جائے۔ اسی موقع پر پیچھے سے اچانک حملہ کر کے ضرغام نے اسے بے ہوش کر دیا اور ایک چھولداری میں لے جا کر اُس کی زبان چھید دی تا کہ جادُو نہ کر سکے۔ پھر اُسے ہوشیار کر کے اُس کے گلے پر خنجر رکھ کر قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر طاؤس کا دل لقا اور افراسیاب سے پھر گیا۔ قسمیں کھا کھا کر اُس نے امیر حمزہ کی اطاعت کا عہد کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر

ضرغام بہت خوش ہوا۔ ہاتھ پیر کھول کر سُوا اس کی زبان سے نکالا اور مہ رُخ کی قدر دانی کی خوش خبری سنا کر اس کا دل بڑھانے لگا۔

دونوں مل کر شکیل اور خوبصورت جادُو کے پاس آئے۔ اچانک ضرغام کو دیکھ کر شکیل کا رنگ فق ہو گیا۔ سلام کا جواب تو اس نے دیا۔ مگر اُس سے آنکھیں نہ ملا سکا۔ خوبصورت جادُو نے شکیل کی یہ کیفیت دیکھی تو حیران ہو کر بولی۔ ”کیوں شکیل! کیا بات ہے؟ اس خدمت گار کو دیکھ کر (ضرغام اس وقت خدمت گاروں ہی کا لباس پہنے تھا) تم سہم کیوں گئے؟“

شکیل نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنی غدّاری سے اُسے آگاہ کیا۔

خوبصورت نے یہ سُنا تو اُسے بہت دکھ ہوا۔ کہنے لگی:

”تم نے بُرا کیا شکیل۔ میری خاطر اپنے ساتھیوں کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ بہر حال اب مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنی ماں کے پاس چلو۔ میری ماں غلطی پر اور تمہاری ماں حق پر ہے۔“

اس موقع پر طاؤس نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ آخر شکیل راضی ہو گیا۔ ہوا خوری کے بہانے سب ساتھ چھاؤنی سے نکلے اور پھر جنگل ہی جنگل مہ رُخ کے لشکر کو چل دیے۔

آفت کی پرکالہ

اُدھر مہ رُخ کا عجب حال تھا۔ جب تک شکیل کے بارے میں کوئی اِطّلاع نہ ملی تھی۔ اس کے اچانک غائب ہو جانے پر وہ اس کی خیریت کی دعائیں مانگتی رہتی تھی۔ مگر جب سے ایک جاسوس نے آکر یہ خبر دی کہ شکیل نے ملکہ حیرت کی اطاعت قبول کر لی، جوشِ غضب سے کبھی اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی ہیں کبھی کبھی چہرہ تمتما جاتا ہے۔ کبھی خون کھولنے لگتا ہے کبھی بدن پھُنکنے لگتا ہے۔ ہونٹ کاٹ کاٹ کر وہ عُمرو سے کہتی ہے:

’’خواجہ! یا تم جاؤ یا مجھے جانے دو۔ اس نامُراد نے جو کلنک کا ٹیکا مجھے لگایا ہے۔ اس کے خُون کے بغیر کسی چیز سے صاف نہ ہو گا۔ جی چاہتا ہے کہ اُسے یہاں لا

کر سب کے سامنے تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں۔ ورنہ وہیں جا کر اِس کا قصّہ پاک کروں؟"

جواب میں عُمرو اُسے سمجھاتا ہے۔ "ملکہ اتنا غصّہ نہ کرو۔ لڑکا ہی تو ہے۔ اطمینان رکھو۔ دو چار دن میں خود اُسے سمجھا بُجھا کر لے آؤں گا۔ بلکہ خوبصورت جادُو ہی کو اُڑا لاؤں گا۔"

وہاں تو اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں اور یہاں شکیل، خوبصورت، طاؤس اور ضرغام چلتے چلتے لشکر کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

اس موقع پر ضرغام سب کو رُک جانے کا اِشارہ کر کے کہتا ہے۔ "آپ تینوں یہاں ٹھہر جائیں۔ شہزادی خُوبصورت جادُو کا اس طرح بغیر استقبال کے جانا ٹھیک نہیں۔ میں جا کر ملکہ اور سارے سرداروں کو لاتا ہوں۔ تب تک آپ لوگ اِطمینان سے یہاں ٹھہرے رہیں۔"

یہ بات شکیل کو بھی بھلی لگتی ہے۔ وہ سب رُک جاتے ہیں۔ ضرغام سیدھا مہ رُخ کے دربار میں پہنچتا ہے اور جاتے ہی عُمرو کے پیروں پر گر کر کہتا ہے۔

”اُستاد آج تو میں نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کے انعام کا بھی حقدار ٹھہرا ہوں۔ نکالیے انعام تو خوش خبری سناؤں۔“

”دیکھو میاں۔“ عُمرو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”اس وقت ہماری ملکہ کا مزاج بہت خراب ہے۔ بیٹے کے دکھ اور غصّے نے انہیں پریشان کر رکھا ہے۔ اس وقت اگر تم افراسیاب کے قتل کی بھی خبر سناؤ گے تو میں ایک دھیلا بھی نہیں دوں گا۔ اب اگر شکیل کے بارے میں کوئی اچھی بات سنائی تو دربار سے تمھیں جو ملے گا اس میں اپنا حصّہ نہ لگاؤں گا۔ بلکہ پورا ایک روپیہ بھی نقد دوں گا۔“

ضرغام کا دل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اُستاد سے ایک روپے کا نقد انعام اب تک کسی شاگرد کو نہ ملا تھا۔ عُمرو کے ہاتھ چُوم کر اُس نے سارا معاملہ مختصر لفظوں میں بیان کر دیا۔ اِکبارگی محفل کا رنگ بدل گیا۔ اداس چہرے جگمگا اُٹھے۔ امیر خوشی کے نعرے لگانے لگے، سردار اپنی ٹوپیاں اُچھالنے لگے، محافظ اور خدمتگار ناچنے لگے۔ ملکہ ایک دم تخت سے اُٹھ کر ضرغام سے لپٹ گئی اور

چٹ پٹ اس کی بلائیں لینے لگی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے مگر منہ سے قہقہے نکل رہے تھے۔ سب بڑے جوش و خروش سے دوڑتے ہوئے لشکر گاہ سے باہر نکلے اور شکیل، خوبصورت اور طاؤس کو ساتھ لے کر واپس آئے۔ طاؤس کو منصب، خلعت اور کثیر انعام ملا۔ آناً فاناً جشن منانے کا اہتمام ہونے لگا۔

ملکہ حیرت جادُو کا ایک جاسوس وہاں موجود تھا۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی وہ وہاں سے چلا اور بھاگم بھاگ جاکر ملکہ حیرت کو سارا حال کہہ سُنایا۔ اُس نے جو سُنا کہ شکیل، خوبصورت اور طاؤس سب غدّار ہو کر مہ رُخ کے پاس جا پہنچے تو آگ بگولا ہوئی۔ کہنے لگی۔ "ابھی سارا لشکر لے کر جاتی ہوں۔ ایک ایک غدّار اور باغی کو خاک و خون میں ملاتی ہوں۔ وہ قہر ڈھاؤں گی کہ زمین اور آسمان بھی پناہ مانگنے لگیں گے۔"

صرصر اور اس کی عیّارہ شاگرد صبا رفتار دونوں اس وقت ملکہ حیرت کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے طرح طرح سے تسلّی دے کر کہا کہ ہم جا کر ملکہ مہ

رُخ کو گرفتار کر کے لاتے ہیں اور شکیل کے بدلے آپ اس کو قتل کر کے کلیجا ٹھنڈا کر لیجیے تب جا کر حیرت کو قرار آیا۔

دونوں عیّارنیں وعدے کے مطابق مہ رُخ کے لشکر کو چل دیں۔ وہاں اِس وقت ہر طرف خوشی کے شادیانے بج رہے تھے۔ راگ رنگ کی محفلیں جم رہیں تھیں۔ دونوں بھیس بدل کر مہ رُخ کی بارگاہ میں جا پہنچیں۔ وہاں بھی جشن منایا جا رہا تھا۔ ناچ ہو رہا تھا۔ صرصر ایک خدمت گار کی صورت بنا کر اندر جا پہنچی۔ صبار فتار چوکسی کے لیے باہر ٹھہری۔

صرصر نے اندر پہنچ کر موقع کی تلاش میں محفل کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اچانک اس کی نگاہ عُمرو سے ٹکرائی۔ وہ مہ رُخ کے دائیں جانب بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔ صرصر عُمرو کو طلِسم باطن کی حد میں قید خیال کرتی تھی۔ یہاں جو اچانک اس کو موجود پایا تو حیران رہ گئی۔ اُدھر عُمرو نے بھی محسوس کیا کہ ایک خدمت گار ایک گوشے میں کھڑا ہو کر پہلے تو چاروں طرف غور سے نگاہ دوڑاتا رہا مگر جب اس سے آنکھ ملی تو سٹپٹا کر رہ گیا۔ عُمرو سمجھ گیا کہ یہ دُشمن کا

کوئی عیّار ہے۔ کیا عجب کہ صرصر ہی ہو۔

یہ خیال کر کے اُسے پکڑنے کے ارادے سے وہ اپنی جگہ سے اُٹھا لیکن اِس انداز سے کہ اُس کے ارادے کے بارے میں کسی کو وہم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ صرصر کا ماتھا ٹھنک گیا۔ پلک جھپکتے میں اُس نے خنجر نکال کر قنات میں شگاف کیا اور نعرہ لگایا۔ "مَنم صرصر شمشیر زن" پھر جب تک عُمرو اُس کی طرف لپکے یا دوسرے اُس کی طرف مُتوجّہ ہوں، وہ چھلانگ لگا کر شگاف سے باہر نِکل گئی۔ کوئی اس کی ہوا کو بھی نہ پا سکا۔ چند لمحوں بعد چکّر کھا کر وہ پھر بار گاہ کے دروازے کے قریب جا پہنچی۔ وہاں اِتّفاق سے مہتر قیران صبار فتار پر قابو پا چکا تھا اور باندھ کر ایک طرف کو لیے جا رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہی صرصر نے جلدی جلدی عُمرو کا بھیس بھرا اور قیران کے سامنے پہنچ کر عُمرو کی آواز میں کہنے لگی۔ "یہ وقت کسی ایک ہی میں اُلجھنے کا نہیں۔ اِسے زمین پر ڈال دے۔ میں یہاں ہوں۔ تو سامنے والی چھولداریوں کی قطار کے پیچھے جا کر دیکھ۔ صرصر وہاں تو نہیں چھُپی ہے؟"

قیران اُستاد کی بات کیسے ٹالتا۔ صبا رفتار کو زمین پر رکھ کر بلا چون و چرا چھولداریوں کے پیچھے جا کر صرصر کو ڈھونڈنے لگا۔ نقلی عُمرو نے جلدی سے خنجر نکال کر صبا رفتار کے ہاتھ پیروں کے بند کاٹے اور نعرہ لگایا "مَنم صرصر شمشیر زن۔"

ایک طرف سے عُمرو اور دوسری طرف سے قیران دونوں اُن عیّاروں پر جھپٹ پڑے۔ وہ چکما دے کر ایک سمت کو بھاگ کھڑی ہوئیں۔ دونوں عیّاروں نے اُن کا پیچھا کیا لیکن خیموں اور چھولداریوں کی بھُول بھلیوں میں چکّر لگاتے لگاتے وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ صرصر نے عہد کر رکھا تھا کہ آج وہ ناکام ہرگز واپس نہ جائے گی۔ کچھ دیر بعد وہ بھیس بدل کر پھر پلٹ آئی۔ اب کی وہ عُمر بنی ہوئی تھی۔ لیکن اس بار اُس نے مہ رُخ کے دربار کی بجائے مہ رُخ کی ماں ملکہ ماہ جادُو کے خیمے کا رُخ کیا۔

ماہ جادُو بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ زیادہ تر وہ اپنے خیمے ہی میں رہا کرتی تھی۔ صرصر کو اُمّید تھی کہ وہ اُسے اپنے خیمے ہی میں ملے گی۔ اس کا یہ خیال صحیح

ثابت ہوا۔ عُمرو کے بہروپ میں جیسے ہی وہ اُس کے خیمے میں داخل ہوئی اُس نے کہا:

”آؤ خواجہ! خوب آئے۔ سُناؤ یہ کیا گڑبڑ تھی؟ پکڑو پکڑو کی صدائیں کیوں آ رہی تھیں؟ خیر تو ہے؟“

نقلی عُمرو نے پریشان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”ملکہ آج کی رات بڑی کٹھن ہے۔ دو عیّار نیں آپ کی صاحب زادی ملکہ مہ رُخ کو اُڑا لے جانے کی فکر میں آئی تھیں۔ میں نے پہچان کر پکڑنا چاہا تو بھانپ کر کھسکنے لگیں۔ اس پر میں نے شور مچا دیا مگر غضب کی چالاک تھیں۔ گِھر جانے کے باوجود جُل دے کر خدا جانے کہاں غائب ہو گئیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ بھیس بدل کر یہیں کہیں چھپ گئی ہیں اور کسی نہ کسی ترکیب سے ملکہ مہ رُخ کو لے اڑنے کی ضرور کوشش کریں گی۔“

ماہ جادُو نے جو بیٹی کو خطرے میں محسوس کیا تو بے قرار ہو گئی۔ کہنے لگی:

”خواجہ! یہ تو بڑی بُری خبر ہے۔ یا تو مہ رُخ کی حفاظت کا پکا بندوبست کرو یا پھر

ان مُردار عیّارنوں ہی کو لشکر سے بھگادو۔ کہیں وہ میری بیٹی کو لے گئیں تو حیرت اور افراسیاب تو اسی کی بوٹیاں چیل کوؤں کو کھلوادیں گے۔"

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔" نقلی عُمرو یعنی صرصر نے ماہ جادُو کی خادماؤں پر شک کی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "ایک بڑی اچھّی ترکیب میرے دماغ میں آئی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو بھی کچھ تکلیف کرنی ہو گی۔ اسی لیے آیا ہوں۔ لیکن ذرا الگ چلیے۔ تنہائی میں بتاؤں گا۔"

ماہ جادُو سمجھ گئی کہ عُمرو خادماؤں پر شک کرتا ہے۔ ممکن ہے کوئی دُشمن عیّار ن بھیس بدل کر ان میں شامل ہو گئی ہو۔ وہ فوراً اُٹھی اور نقلی عُمرو کو ایک علیٰحدہ خیمے میں لے گئی۔

کچھ دیر بعد ماہ جادُو تنہا اس خیمے سے باہر آئی۔ ایک خادمہ کو جشن گاہ اور دوسری کو مہ رُخ کی بارگاہ میں جانے کا حکم دے کر کہنے لگی "ملکہ جہاں بھی ہو اُس سے کہو کہ میرا انتظار کرے۔ میں بھی تمہارے پیچھے روانہ ہوتی ہوں۔ تم فوراً پلٹ کر مجھے راستے میں خبر دینا۔"

وہ دونوں خادمائیں جا چکیں تو ماہ جادُو نے چار کنیزوں کو اپنے ساتھ لیا اور آہستہ آہستہ خُود بھی چل دی۔

جشن گاہ میں اب بھی ناچ رنگ ہو رہا تھا۔ لیکن مہ رُخ وہاں سے جا چکی تھی۔ پہلے چلی ہوئی خادمہ نے راستے میں ماہ جادُو کو خبر دی کہ ملکہ اپنے خیمے میں جا چکی ہے۔ ماہ جادُو سیدھی وہیں جا پہنچی۔

ماں کی بے وقت آمد پر ملکہ مہ رُخ نے حیرت کا اظہار کیا تو وہ بولی: "بیٹا مجھے پتا چلا ہے کہ عیّارنیں آج تیری فکر میں ہیں۔ ملکہ حیرت کے سینے پر بھی آج سانپ لوٹ رہا ہو گا۔ عیّارنیں ناکام رہیں تو بھی ان سے بے خوف نہ ہونا چاہیے۔ آج میں خود تیری حفاظت کروں گی۔"

مہ رُخ نے ماہ جادُو کو تسلّی دینے اور واپس کرنے کے لیے بہت سی باتیں بنائیں مگر وہ نہ مانی۔ مجبوراً اُس نے اپنے پلنگ کے برابر ماہ جادُو کے لیے بھی ایک پلنگ بچھوا دیا۔ کچھ دیر بعد ماہ جادُو مہ رُخ کے بازو پر ہاتھ رکھ کر سو گئی۔ مہ رُخ یہ دیکھ کر مُسکرائی۔ دل میں کہنے لگی۔ "واہ امّی جان واہ! آئی تھی حفاظت

کرنے اور خود مجھ سے پہلے سو گئیں۔" اس طرح کی باتیں سوچتے سوچتے آخر مہ رُخ بھی سو گئی۔

کچھ دیر بعد مہ رُخ کے خیمے کے اندر اور باہر ہر طرف خرّاٹوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ بار گاہ کے دروازے پر پہرا دینے والے چوکس تھے۔ مگر دُور گشت کرنے والے مُحافظوں کے علاوہ کسی انسان کی کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔

ایسی ہی ایک آواز سُن کر ماہ جادُو نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ چُپ چاپ پڑے پڑے اس نے مہ رُخ کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ جب اِطمینان ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں ہے تو چپکے سے کمر میں ہاتھ ڈال کر مُٹھّی بھر کے سفوف جیسی کوئی چیز نکالی اور پھُرتی کے ساتھ مہ رُخ کی ناک پر اُلٹ دی۔ مہ رُخ نے ہڑ بڑا کر ایک چھینک ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

ماہ جادُو تڑپ کر چارپائی سے اُٹھی اور جلدی جلدی مہ رُخ کو ایک چادر میں باندھ کر پیٹھ پر لاد لیا۔ اب وہ بوڑھی نہیں معلوم دیتی تھی اور وہ بوڑھی تھی

بھی نہیں۔ بوڑھی تو ماہ جادُو تھی جو کئی گھنٹے سے اپنے ایک خیمے میں مسہری کے نیچے بے ہوش پڑی تھی۔ یہ تو صرصر تھی، مشہور عیّارہ صرصر جو نقلی عُمرو بن کر ماہ جادُو کے پاس گئی تھی۔ اور پھر اُسے بے ہوش کر کے اس کے بہروپ میں مہ رُخ کے پاس آ سوئی تھی۔ اُس نے مہ رُخ کو گرفتار کرنے کا اٹل فیصلہ کیا تھا اور اب اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

مہ رُخ کو قابو میں کر کے وہ خیمے سے باہر نکلی۔ پھر قنات کے پچھلے حصّے کی طرف پہنچی اور خنجر سے پردہ چاک کر کے بابر نکل گئی۔ ایک مقام پر اچانک دو گشتی سپاہیوں سے اس کی مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ وہ کامیابی کے جوش میں انہیں دھوکا دینے کی بجائے خنجر کھینچ کر اُن پر جھپٹ پڑی۔ دونوں سپاہی اس کے خنجر کا شکار تو ہو گئے مگر انہوں نے مرتے مرتے جو واویلا مچایا اُس سے دوسرے سپاہی اور خیموں میں سونے والے لوگ بھی ہوشیار ہو گئے۔ اس پر صرصر نے بہادرانہ نعرہ لگایا۔ ”منم صرصر شمشیر زن۔ مہ رُخ کو لیے جاتی ہوں۔ روک

سکو تو روک لو۔"

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے لوگ صرصر کی طرف دوڑ پڑے۔ مگر کہیں ڈبکی لگا کر، کہیں بھُلاوا دے کر اور کہیں جست لگا کر وہ اُن کے نرغے سے نکلتی ہوئی لشکر گاہ سے باہر نکل گئی۔ عُمرو اور مہتر قیران نے بھی صرصر کا نعرہ سُن کر اُس کا پیچھا شروع کر دیا تھا۔ دوسرے تو صرصر کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے مگر اِن دونوں نے آخر کار اُسے جنگل میں جالیا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر صرصر نے مہ رُخ کی گٹھڑی کو زمین پر رکھا اور ایک ہاتھ میں شمشیر اور دوسرے میں خنجر لے کر دونوں نامور عیّاروں سے لڑنے لگی۔ دونوں عیّار کبھی اس پر بے ہوشی کے غُبارے مارتے، کبھی کمند کے پھندے پھینکتے، کبھی خنجر سے وار کرتے، کبھی شمشیر کا ہاتھ لگاتے۔ لیکن تنہا وہ ان کے ہر حربے کو بے کار بناتی کسی صورت سے اُنہیں اپنے یا مہ رُخ کی گٹھڑی کے قریب نہ آنے دیتی۔

یہ لڑائی جاری تھی کہ جنگل کی کھُلی ہوا جو لگی تو مہ رُخ کو ہوش آ گیا۔ خُود کو

بندھا ہوا محسوس کرتے ہی اُس نے سحر پڑھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ آزاد تھی۔ لیکن ابھی وہ اصل بات کو پوری طرح سمجھ نہ پائی تھی اور شاید جادُو پڑھ کر صرصر کو گرفتار کر لینے کا خیال بھی اُس کے دل میں پیدا نہ ہو پایا تھا کہ صرصر نے اُسے دیکھ لیا۔ اور دونوں عیّار جیسے ہی ایک لمحے کے لیے ملکہ مہ رُخ کی طرف متوجّہ ہوئے، صرصر اِکبارگی زبردست چھلانگ لگا کر قریبی جھاڑیوں کی اوٹ میں جا پہنچی۔ اب اس کا یہاں سے رفو چکّر ہونا ہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ دونوں عیّار چونک کر اس جھاڑی کی طرف لپکے مگر پھر وہ اُسے ڈھونڈتے ہی رہ گئے۔ جھاڑیوں ہی جھاڑیوں میں ہوتی ہوئی صرصر کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ تھک ہار کر دونوں عیّار مہ رُخ کے پاس واپس آئے۔

مہ رُخ کو سارا قِصّہ معلوم ہوا تو بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا۔ ”اُفّوہ! صرصر تو بڑی آفت کی پرکالہ نکلی۔“

”ہاں ملکہ! آج تو اُس نے ہمارے بھی کان کاٹ لیے۔“ قیران نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ عُمرو نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”اس کو تگنی کا ناچ نہ نچایا تو

میرا ابھی نام عُمرو نہیں۔"

تینوں اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلے۔ زیادہ دُور نہ گئے ہوں گے کہ راستے میں انہیں ملکہ حیرت کی فوج کا ایک جادُوگر ملا۔ اُن کی باتیں سُن کر وہ بول پڑا:

"آج اور ایسی باتوں سے اپنا دل خُوش کر لو۔ کل یا تو خاک وخُون میں لوٹتے ہو گے یا ایک دوسرے کو رو رہے ہو گئے۔"

مہ رُخ نے یہ سُن کر اُسے ڈانٹا:

"چُپ رہ مردود۔ کیا واہیات بکتا ہے۔ خُدا کے سوا کون ہمیں خاک وخون میں ملا سکتا ہے۔"

جادُوگر نے جواب دیا:

"ملکہ! بُرا لگے چاہے بھلا۔ میں نے تو سچی بات کہہ دی ہے۔ شہنشاہ افراسیاب نے ملکہ حیرت کو لکھا ہے۔ کل شرارہ جادُو یہاں پہنچ رہی ہے۔ آپ اُسے

خوب جانتی ہیں۔ بولیے، کیا آپ اُس سے جیت سکیں گی؟“

یہ کہہ کر اُس نے اپنی راہ لی۔

شرارہ جادُو

شرارہ جادُو کا نام سُنتے ہی ملکہ مہ رُخ کا رنگ سفید ہو گیا۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ مہتر قیران نے بُغدہ نکال کر چاہا کہ پیچھے سے وار کر کے دُشمن جادُو گر کا کام تمام کر دے مگر مہ رُخ نے اُسے روک دیا۔ مری ہوئی آواز سے بولی "اسے جانے دو۔ جو خُدا کو منظور ہے وہ ہو گا۔ اس نے تو صرف خبر دی ہے۔ کاش یہ خبر غلط ہو۔"

عُمرو نے مہ رُخ کو یوں پریشان دیکھا تو کہنے لگا۔ "ملکہ! آپ شرارہ کے نام سے اپنی پریشان کیوں ہوئیں۔ آتی ہے تو آنے دو۔ ہم نے کوئی چوڑیاں تو نہیں پہن رکھی ہیں۔"

مہ رُخ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا: ”خواجہ! آپ اُسے نہیں جانتے۔ وہ اکیلی بھی ہم سب پر بھاری ہے۔ زبردست جادُوگرنی ہے۔ وہ نہیں آ رہی، سمجھو ہماری قضا آ رہی ہے۔“

عُمرو سمجھ گیا کہ شرارہ یقیناً کوئی بڑی خطرناک جادُوگرنی ہے۔ جب ملکہ مہ رُخ اُس سے اتنی دہشت زدہ ہے تو دوسروں پر اس سے زیادہ ہی اثر ہو گا۔ اگر کہیں وہ یہاں پہنچ گئی تو شاید بغیر جنگ کے ہی ہماری آدھی سے زیادہ فوج بھاگ کھڑی ہو۔

یہی کچھ سوچ کر اُس نے مہ رُخ سے کہا۔ ”آپ بالکل اداس نہ ہوں۔ خُدا پر بھروسہ رکھیے۔ اِطمینان کے ساتھ لشکر گاہ تشریف لے جائیے۔ میں شرارہ کی فکر میں جاتا ہوں۔“

عُمرو کی ان باتوں سے مہ رُخ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ اس نے رُخصت ہو کر اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئی۔ عُمرو نے جنگل کی راہ لی۔ اُس کا خیال تھا کہ شرارہ پُل پریزادان کی طرف سے آئے گی اور سیدھے ملکہ حیرت کی چھاؤنی

میں آنے کی بجائے راستے میں دم لینے کے لیے کہیں نہ کہیں ضرور رُکے گی۔ بس اِسی موقع سے فائدہ اُٹھا کر میں اپنا کام کر جاؤں گا۔

مگر دنیا کا ہر کام کسی آدمی کی خواہش یا اُمّید کے مطابق کب ہوتا ہے۔ عُمروپُل پریزادان کے راستے میں اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا اور شرارہ جادُو اپنی ایک لاکھ فوج کے ساتھ دریائے خونِ رواں کے اُوپر سے اُڑتے ہوئے سیدھی ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جا پُہنچی۔

ملکہ حیرت کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اُس نئے شرارہ جادُو کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور خاطر مدارت کا خُوب خوب اہتمام کیا۔

کُچھ دیر آرام کر کے شرارہ جادُو نے ملکہ حیرت کی اجازت سے مہ رُخ کو ایک خط بھیجا، جس میں اُس سے اِطاعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور انکار کی صورت میں خوفناک دھمکیاں دی گئی تھیں۔ یہ خط پڑھ کر ملکہ مہ رُخ غیرت اور غصّے سے سُرخ ہو گئی۔ انجام کی فکر اُس کے دل سے جاتی رہی اور جوش میں آ کر مرنے مارنے پر تُل گئی۔ شرارہ کو اُس نے اس کا جیسا ہی سخت جواب

میں لکھی بھیجا جسے پڑھ کر شرارہ آگ بھبھوکا ہو گئی۔ اُس رات دونوں لشکر اعلانِ جنگ کے نقّاروں سے گونجتے رہے۔ بُزدل بھاگ جانے اور بہادر آن پر مر مٹنے کی سوچتے رہے۔

صبح ہونے پر دونوں لشکر چھاؤنیوں سے نکل کر میدان میں ایک دوسرے کے سامنے آڈٹے۔ ملکہ حیرت بھی اِس جنگ کا تماشا دیکھنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف کو آجمی۔

مہ رُخ اور اُس کی فوج کے لوگ سمجھتے تھے کہ شرارہ پہلے دُوبدو کی جنگ لڑ کر اپنا سِکّہ جمانے کی کوشش کرے گی۔ اسی اِنتظار میں وہ سب خاموش کھڑے رہے۔ اور شرارہ یہ سمجھتی تھی کہ مہ رُخ یا اُس کا کوئی سردار آگے آکر جوڑ طلب کرے گا۔ لیکن جب مہ رُخ کے لشکر سے کوئی میدان میں نہ آیا تو جوش میں آکر جادُو سے اُوپر کو اُڑی اور ہوا میں ٹھہر کر ایک ناریل زور سے لشکرِ مہ رُخ کی طرف اُچھال دیا۔

نشانے پر پہنچتے ہی وہ ناریل خوفناک آواز کے ساتھ پھٹا۔ ہزاروں کالے

سانپ اس میں سے نکل کر فضا میں پھیل گئے۔ ہر سانپ کے منہ سے زبردست شعلے نکل نکل کر مہ رُخ کے لشکریوں کو بھسم کرنے لگے۔ یہ مُصیبت دیکھ کر مہ رُخ اور اس کے جادُوگروں نے طِلِسمی بادل برسا کر اُن شُعلوں کو بجھانا شروع کیا۔

اس موقع پر شرارہ نے اپنے سارے لشکر اور دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا۔ دونوں جانب کے بہادروں میں ہولناک لڑائی ہونے لگی۔ سپاہی سپاہی سے، جادُوگر جادُوگر سے بھڑنے لگا۔ کہیں تلواریں تلواروں سے ٹکرا رہی تھیں، کہیں ناریل اور تُرنج ایک دوسرے کو ٹکریں لگا رہے تھے۔ کہیں خُون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، کہیں آگ کا سمندر موجیں لے رہا تھا۔ کچھ دیر یہ تماشا دیکھتے رہنے کے بعد ملکہ حیرت کو بھی جوش آ گیا۔ اپنی فوج کے ساتھ نعرے لگاتی ہوئی وہ بھی مہ رُخ کے لشکر پر ٹوٹ پڑی۔ اُس سے مہ رُخ اور اس کے سرداروں کا جوش و غضب اور بھڑکا۔ وہ سب سر ہتھیلی پر لے کر دُشمن سے چمٹ گئے۔ بہار نے طِلِسمی گُلدستے پھینک پھینک ہزاروں کو دیوانہ بنایا۔ ناگن

بجلی اور رعد جادُو نے کڑک کڑک کر اور گرج گرج کر صد ہا دُشمن جادُوگروں کو خاک و خُون میں ملایا۔ اسی طرح شکیل، فرمانیہ، کاکُل کشا اور دوسرے سرداروں نے بھی ہزاروں کا کام تمام کیا۔

یہ رنگ دیکھ کر شرارہ کا خُون کھول اُٹھا۔ ایک بار وہ پھر اُوپر کو اُڑی اور نعرہ لگا کر ایک دوسرا ناریل لشکر مہ رُخ پر کھینچ مارا۔ ناریل پھٹا اور اس میں سے بے پناہ چنگاریاں نکل کر صد ہا آتشیں چادروں میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر جو اِن آتشی چادروں نے لشکر مہ رُخ کو لپیٹ میں لے لے کر جھُلسانا شروع کیا ہے تو قیامت ہی مچ گئی۔

مہ رُخ اور اس کے سردار ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان چادروں کو بجھانے کی کوشش کرتے لیکن چند ایک کے سوا کسی کو نہ بجھا پاتے۔ آخر کار ان کے حوصلے جواب دے گئے۔ بے مقصد اور مُفت کی موت مرنے سے اُنھوں نے جان بچانا بہتر جانا۔ دھوئیں اور تاریکی کے بادل پیدا کرتے ہوئے اُس کی اوٹ میں انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر اور ملکہ حیرت اور شرارہ جادُو نے جب وہ دھواں اور تاریکی دُور کی تو اُنھیں لاشوں، گوشت کے لوتھڑوں اور خون کے چھِتّوں کے سوا کوئی بھی جیتا جاگتا دُشمن نظر نہ آیا۔ دونوں نے اپنی فوجوں کو مہ رُخ کی چھاؤنی لُوٹ لینے کا حکم دیا اور پھر فتح کے نقّارے بجاتی اپنی لشکر گاہ میں واپس آ گئیں۔ جاسوسوں کو شکست خوردہ دُشمن کی تلاش میں روانہ کر کے دونوں اپنے اپنے لشکر میں جشنِ فتح کا اہتمام کرنے لگیں۔

شرارہ نے ایک بڑے شامیانے کے نیچے محفل جمائی۔ مگر اس اِحتیاط کے ساتھ کہ ایک تو اپنے تخت کے گِرد اُس نے جادُو کا حفاظتی الاؤ جلایا دوسرے بار گاہ کے دروازے پر ایک خبر دار کرنے والا طِلسمی پُتلا مقرّر کیا۔

عُمرو کے چاروں عیّار شاگرد یعنی مہتر قیران، برق فرنگی، ضرغام شیر دل، جان سوز بن قیران جنگ شروع ہونے سے پہلے حسبِ دستور الگ الگ جنگل میں جا چھُپے تھے اور وہاں سے لڑائی کا حال دیکھ رہے تھے۔ جب مہ رُخ نے شکست کھائی تو ہر ایک نے دُشمن سے انتقام لینے کی ٹھانی۔ اپنے اپنے طور پر ہر

ایک فرد شرارہ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ شرارہ کی چھاؤنی میں جیسے ہی فتح کا جشن شروع ہوا، بھیس بدل بدل کر سب اسے بھری محفل میں ہلاک کرنے کی نیّت سے چل کھڑے ہوئے۔

سب سے پہلے قیران اس کی بارگاہ کے قریب پہنچا۔ دروازے پر کسی قسم کا کوئی پہرا نہ تھا۔ لیکن جوں ہی اُس نے قنات کے دائرے میں قدم بڑھایا، اِکبارگی طلسمی پُتلا للکارنے لگا:

"خبردار! عیّار قیران آتا ہے۔"

مُحافظ قیران کی طرف لپکے مگر وہ خطرہ بھانپتے ہی اُلٹے پیروں چھاؤنی سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد برق فرنگی ایک جادُوگر کے بھیس میں وہاں پہنچا۔ وہ بھی بے فکری کے ساتھ شامیانے کی طرف بڑھا۔ فوراً ہی پُتلا چیخنے لگا: "ہوشیار! برق فرنگی آتا ہے؟"

یہ آواز سُنتے ہی برق فرنگی نے بھی بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ بالکل یہی حال ضرغام اور جان سوز کا بھی ہوا۔ سب اپنے مقصد میں ناکام ہو کر محض

جان کی خیر مناتے بھاگے اور بڑی تلاش کے بعد ملکہ مہ رُخ کے پاس پہنچے جو اپنے تباہ حال اور بچے کھچے لشکر کے ساتھ ایک پہاڑی بھُول بھلیّوں میں روپوش تھی۔

چاروں عیّاروں نے افسوس کے ساتھ اپنی ناکامی اور بے بسی کا حال مہ رُخ سے بیان کیا۔ مہ رُخ ان کی باتوں سے اور بھی اداس ہوئی۔ اتنے میں خواجہ عُمرو بھی بھٹکے بھٹکتے وہاں آ نکلے۔ شاید اُنہوں نے اپنے شاگردوں کی باتیں سُن لی تھیں۔ آتے ہی وہ اُن پر بُری طرح برس پڑے۔ اتنی لعنت ملامت کی کہ شرمندہ ہو کر چاروں پھر عیّاری کرنے کے ارادے سے شرارہ کے لشکر کی طرف چل دیے۔

اِتّفاق سے عین اسی وقت افراسیاب نے کتابِ سامری کھول کر مہ رُخ کے لشکر کا حال معلوم کرنا چاہا۔ ایک ہی نظر میں اُسے ساری حقیقت کا پتا چل گیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ شرارہ مہ رُخ کی پناہ گاہ تلاش کرنے میں ناکام رہی ہے اور مہ رُخ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ پہاڑی بھُول بھلیّوں میں روپوش ہے۔

افراسیاب نے فوراً ایک خط کے ذریعے شرارہ تو مہ رُخ کے ٹھکانے سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ خط ملتے ہی مہ رُخ کو جا گھیرو۔ دشمن کر ہر گز دم لینے کا موقع نہ دو۔

یہ حکم پاتے ہی شرارہ جادُو نے جشن موقوف کر کے اپنے لشکر کو کمر بندی کا حکم دیا اور تھوڑی ہی دیر بعد آندھی کی طرح جا کر اس نے اُس پہاڑ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جس میں مہ رُخ چھُپی ہوئی تھی۔

مہ رُخ کی پناہ گاہ میں کھلبلی مچ گئی۔ مشورے کے لیے اُس نے دربار طلب کیا۔ لیکن جو آیا بد حواس۔ کوئی کہتا کہ "ایک ایک کر کے یہاں سے کہیں بھاگ چلو۔" کوئی رائے دیتا "باہر نکلو اور لڑ بھِڑ کر جان دے دو۔"

یہ حال دیکھ کر عُمرو نے کہا۔ "عقل سے کام لو۔ ہاتھ پیر نہ ڈھیلے کرو۔ نہ بھاگ کر بچ نکلنے کی اُمّید ہے، نہ لڑ بھڑ کر جان دینا مناسب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سب چل کر شرارہ کو دھوکا دو۔ ہتھیار ڈالو اور اس کی اِطاعت قبول کر لو۔ یقین ہے کہ اِس طرح تم سب بچ جاؤ گے۔ میں موقع کی تاک میں رہوں گا۔ انشاء اللہ

اُس کا خاتمہ کر کے سب کو آزاد کرا لوں گا۔"

وقت کو نازک دیکھ کر سب نے عُمرو کی اِس رائے کو بہتر سمجھا۔ مہ رُخ نے ساری فوج اکٹھی کی اور جلوس کی شکل میں امان امان پُکارتی پہاڑ سے باہر نکلی۔

ترکیب کار گر ہوئی۔ شرارہ نے جو دیکھا کہ مہ رُخ، بہار، فرمانیہ اور کاکُل کشا رومالوں سے اپنے ہاتھ باندھے اور دیگر سارے سردار اور سپاہی سر جھکائے چلے آتے ہیں تو اس نے اپنے لشکر کو ان پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ اور پھر جب مہ رُخ دوڑ کر اُس کے قدموں پر جا گری تو وہ بہت خوش ہوئی اور سب کو ساتھ لے کر خوشی خوشی اپنی چھاؤنی میں آئی اور آتے ہی پھر محفل جمائی۔

تھوڑی ہی دیر بعد عُمرو بھی آ پہنچا اور ہاتھ جوڑ کر اُس سے کہنے لگا۔ "اے ملکہ شرارہ جادُو! اپنی ساری زندگی میں آپ جیسا زبردست جادُوگر، آپ جیسا بہادر اور آپ جیسا شریف دوسرا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ اب تک میں نے جو کچھ بھی کیا اس سے توبہ کرتا ہوں۔ سچّے دل سے آپ کی غلامی اِختیار کرتا ہوں۔ اب درخواست ہے کہ یا تو مجھے معاف کیجیے اور خدمت کا موقع دیجیے یا

پھر اسی وقت خود اپنے ہاتھوں سے میرا قصّہ پاک کیجیے۔"

شرارہ عُمرو کی یہ فرمانبرداری دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ اُس نے عُمرو کا استقبال کیا، بیٹھنے کو جواہرات جڑی سونے کی کُرسی دی مگر اِحتیاط کے خیال سے اپنے گرد طلِسمی الاؤ دہکا کر اس کے دائرے میں ہو رہی۔

عُمرو اِکبارگی مُنہ بناتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور روہانسے لہجے میں بولا: "بس ملکہ! مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ مجھ پر کتنا اِعتماد کرتی ہیں۔ اگر معلوم ہوتا کہ آپ مجھ سے اتنی بدگمان رہیں گی تو ہرگز یہاں نہ آتا۔ سلام لیجیے۔ میں چلا۔" یہ کہہ کر عُمرو اُٹھ کر جانے لگا۔

شرارہ نے عُمرو کو ناراض ہوتا دیکھ کر سوچا کہ اتنی سی بات پر اگر یہ عیّار ہاتھ سے جاتا رہا تو افراسیاب سخت ناراض ہو گا۔ سحر پڑھ کر اُس نے حفاظتی الاؤ غائب کیا اور عُمرو کو مناتے ہوئے بولی: "خواجہ جی! لو میں نے الاؤ ختم کر دیا۔ یہ تو محض مذاق تھا۔ بُرا مان گئے۔ آؤ بیٹھو۔ کُچھ راگ رنگ کا کمال دکھاؤ۔"

عُمرو تو دل سے یہی چاہتا تھا۔ تھوڑے سے نخرے بگھارنے کے بعد پلٹ آیا،

بیٹھ کر پیروں میں گھنگھرو باندھے، عورت جیسی شکل بنائی اور بڑے فخر سے کہنے لگا: "ملکہ صاحبہ! آج وہ گانا سُناؤں گا کہ رُوح جھومنے لگے۔ ایسا ناچ دکھاؤں گا کہ ہر ایک کا دل ڈولنے لگے۔"

یہ کہہ کر عُمرو نے ناچ گانا شروع کر دیا۔ اس کا اِرادہ تھا کہ شربت میں بے ہوشی ملا کر شرارہ اور اُس کے سرداروں کو پلا دوں گا اور اس طرح اُنہیں قتل کر کے اپنے آدمیوں کو چھڑالوں گا اور وہ اپنے اِس اِرادے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن اس کی بد قسمتی کہ افراسیاب نے عین اُسی وقت کتاب سامری سے عُمرو کا حال دریافت کیا۔ اور یوں عُمرو کا منصوبہ اس پر ظاہر ہو گیا۔ اس نے یہ ساری بات ایک خط میں تحریر کی اور ایک طِلسمی پُتلے کو دے کر اشارہ کیا کہ یہ خط شرارہ جادُو کو پہنچائے۔

عُمرو نے اپنے ناچ گانے کا رنگ جمانے کے بعد شربت پلانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ افراسیاب کے پُتلے نے خط لا کر شرارہ کے حوالے کیا۔ شرارہ خط پڑھ کر غصّے سے بھڑک اُٹھی۔ عُمرو سمجھ گیا کہ اُس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ روپوش

ہونے کے لیے وہ عیّاری کی چادر زنبیل سے نکالنے ہی والا تھا کہ شرارہ نے سحر پڑھ کر تالی بجائی۔ آناً فاناً طِلسمی زنجیریں پیدا ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اُنھوں نے عُمرو، مہ رُخ اور اُس کے سارے لشکر کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔ مہ رُخ اور اُس کے جادُوگروں نے بڑے منتر پڑھے مگر طِلسمی زنجیر کو دفع کرنے میں ناکام رہے۔ شرارہ نے ان کی بے بسی پر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور عُمرو اور مہ رُخ کو مخاطب کر کے بولی:

"اگر شہنشاہ خبر نہ دیتے تو میں سچ مُچ تُمہارے جھانسے میں آ جاتی۔ مگر اب اطمینان رکھو۔ ایسی غلطی دوبارہ نہ ہو گی۔ عنقریب غدّاری کے علاوہ تمھیں اس مکّاری کی پوری پوری سزا ملے گی۔"

اِتّفاق کی بات، جس وقت مہ رُخ نے عُمرو کے مشورے سے لشکر سمیت خود کو شرارہ کے سامنے گرفتاری کے لیے پیش کیا تھا اس وقت ایک جادُوگر سردار اس کے فیصلے کے خلاف پہاڑی بھُول بھلیّوں میں چھُپ کر بیٹھ رہا تھا۔ پھر جب شرارہ سب کو ساتھ لے کر اپنی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئی تھی تو وہ

بھی پہاڑ سے نکل کر جنگل میں اُن عیّاروں کو تلاش کرنے لگا تھا جو شرارہ کے محاصرے سے پہلے عُمرو کے شرم دِلانے پر دُشمن کی فکر میں جا چُکے تھے اور اِس طرح گرفتاری سے بچ رہے تھے۔ عیّاروں نے ابھی آدھا راستہ نہ طے کیا تھا کہ انہوں نے شرارہ کے لشکر کو تیزی کے ساتھ مہ رُخ کی پناہ گاہ کی طرف دھاوا کرتے دیکھا۔ خطرہ محسوس کر کے حسبِ عادت وہ سب ایک دوسرے سے جُدا ہو کر حالات کی سُن گُن لینے لگے۔ کافی دیر بعد اُنہیں شرارہ اور اُس کی فوج شادیانے بجاتی اپنی چھاؤنی کی طرف جاتے دکھائی دی۔ مہ رُخ اور اُس کا سارا لشکر بھی اُن کے ساتھ تھا۔ کسی کو ہتھکڑی بیڑی نہ لگی تھی مگر اُنہیں خالی ہاتھ دیکھ کر عیّاروں کو اندازہ ہو گیا کہ اُنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ وہ اپنی اپنی جگہ معاملے کی تہ کو پہنچنے اور اپنے لشکر کو چھُڑانے کی فکر کرنے لگے۔

اسی موقع پر مہتر قیران کی اپنے جادُوگر سردار سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں آپس میں صلاح کر کے اور بھیس بدل کر شرارہ کی محفل میں جا پہنچے۔ یہ اس

وقت وہاں پہنچے جب عُمرو ناچ گانا شروع کر رہا تھا۔ مہتر قیران سمجھ گیا کہ اب اُستاد کام دکھانے والے ہیں۔ وہ اپنی جگہ چوکس ہو کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب افراسیاب کے پُتلے نے آکر شرارہ کو خط دیا اور اُس نے عُمرو سمیت سارے باغیوں کو طلسمی زنجیروں میں جکڑ دیا تو مہتر قیران اپنے ساتھی جادُوگر کو ساتھ لے کر وہاں سے نِکل گیا دُور جنگل میں ایک جگہ رُک کر اُس نے جلدی جلدی افراسیاب کا بہروپ بھرا اور ساتھی جادُوگر سے بولا۔ "جلدی سے ایک طلسمی اُڑن تخت پیدا کرو۔ اور بالکل اُسی شان و شوکت سے اُڑاتے ہوئے شرارہ کی چھاؤنی کی طرف چلو جیسے کہ افراسیاب آیا کرتا ہے۔"

جادُوگر سردار نے حکم کی تعمیل کی، اپنا بھیس مثل افراسیاب کے خادموں کا بنایا، تخت پیدا کیا، قیران کو اس پر بٹھایا اور پھر تخت کو اُڑاتا، آسمان پر آگ برساتا، آندھی اور طوفان اُٹھاتا شرارہ کی چھاؤنی کی طرف چلا۔

دُور ہی سے شرارہ نے یہ آثار دیکھے تو لپک کر چھاؤنی سے باہر آئی۔ جیسے ہی اُسے افراسیاب کی جھلک دکھائی دی اِستقبال کے لیے دوڑ پڑی۔

نقلی افراسیاب کا تخت زمین پر اُترا تو شرارہ نے بڑھ کر اُس کے پائے کو بوسہ دیا اور ہاتھ جوڑ کر بولی: ”ابھی ابھی حضور کا خط ملا تھا۔ میں نے سارے غدّاروں کو طِلِسمی زنجیروں میں قید کر دیا ہے۔“

”ہاں۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ ہم تمھیں مبارکباد اور قیدیوں کو سزا دینے آئے ہیں۔ شاباش! تم نے مابدولت کو خُوش کر دیا ہے۔ ادب سے سر جھکا کر بیٹھ جاؤ۔مابدولت اپنے ہاتھ سے تمھیں ہار پہنائیں گے۔“

شہنشاہ کا یہ غیر معمولی کرم دیکھ کر شرارہ کے ہاتھ پاؤں خوشی سے پھُول گئے۔ دوزانو ہو کر اور سر جھُکا کر وہ تخت کے آگے بیٹھ گئی۔ نقلی افراسیاب یعنی مہر قیران ایک ہاتھ میں موتیوں کا ہار لے کر شرارہ کے قریب آیا۔ سامنے کچھ فاصلے پر شرارہ کے فوجی سردار اور جادُوگر ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑے تھے۔ سب دل ہی دل میں شرارہ کی خوش قسمت پر رشک کر رہے تھے۔ شرارہ کے سر پر کھڑے ہو کر مہتر قیران نے ہار والا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دوسرے ہاتھ سے کپڑوں میں چھپا ہوا اپنا مشہور بُغدہ

نکالا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پوری قوّت سے شر ارہ کی گردن پر دے مارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شر ارہ کا سر اُچھل کر ایک طرف گرا۔ دوسری طرف اُس کی لاش تڑپنے لگی۔

اِدھر زمین پر اس کے خون کے پرنالے بہے اُدھر تاریکی چھا گئی، آندھی چلنے لگی۔ چیخ پُکار سے زمین کانپنے لگی۔ کچھ دیر بعد سنّاٹا ہو گیا اور آواز آئی۔ ”آہ! مجھے شہنشاہ کے بھیس میں ہلاک کیا میرا نام شر ارہ جادُو تھا۔“

یہ آواز سُنتے ہی شر ارہ جادُو کی فوج کے حواس جاتے رہے۔ کہاں وہ شہنشاہ افراسیاب کو اُسے ہار پہناتے دیکھ رہے تھے۔ کہاں اچانک اُس کی موت کا اعلان ہو رہا تھا۔

عُمرو، مہ رُخ اور ان کے سارے لشکریوں کی طِلسِمی زنجیریں از خود غائب ہو چکی تھیں۔ اُنہوں نے شر ارہ کی فوج کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ سب للکارتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آن واحد میں شر ارہ کے ہزاروں سپاہی اور جادُوگر خاک وخُون میں لوٹنے لگے۔ باقی ماندہ لشکر نے اپنے آپ پر قابو پا کر

مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس عرصے میں مہ رُخ کے جادُوگروں اور سپاہیوں نے دُشمن کے مقتول جادُوگروں اور سپاہیوں کے سامانِ جنگ سے خود کو اچھی طرح لیس کر لیا تھا۔ چاروں طرف پھیل کر اُنہوں نے مقابلہ کرنے والوں پر آگ، پتھر اور تیر تلواروں کی بارش برسانی شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں جگہ جگہ دُشمن کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔ زمین ان کے خون سے لال ہو گئی۔ کوئی مُقابلہ کرنے والا زندہ سلامت نہ بچا۔ گِنتی کے چند سپاہی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔ دُشمن کی چھاؤنی کو خوب جی بھر کے لوٹا گیا۔

کام کی معمولی چیز بھی نہ چھوڑی گئی۔ عُمرو اور اس کے شاگرد عیّاروں نے بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارے۔ جب کوئی چیز لوٹنے کے قابل نہ رہ گئی تو مہ رُخ نے سب کو واپسی کا حکم دیا۔ فتح کے نعرے لگاتے، شادیانے بجاتے وہ پُرانے ٹھکانے پر پُہنچے۔ جلدی جلدی خیمے اور شامیانے لگائے اور پھر جشن منانے کی تیّاری کرنے لگے۔

دُشمن کے وہ چند سپاہی جو ان کے ہاتھوں بچ نکلے تھے اُنہوں نے ملکہ حیرت کی لشکر گاہ میں پہنچ کر ہی دم لیا۔ راستے میں کہیں بھی پلٹ کر پیچھے نہ دیکھا۔ حیرت کو ان کی زبانی شرارہ اور اُس کے لشکر کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اس نے سر پیٹ لیا۔ سمجھ گئی کہ باغیوں اور اُن کے سرپرست عیّاروں سے نپٹنا ایسے ویسے کا کام نہیں۔ اُس نے سرداروں کو طلب کر کے چھاؤنی کی حفاظت کرنے کی ہدایتیں دیں اور خُود جادُو کے مور پر سوار ہو کر مشورہ کرنے افراسیاب کی جانب روانہ ہو گئی۔

شکل کُشا جادُو

افراسیاب باغِ سیب میں ایک حوض کے کنارے بیٹھا جشن منا رہا تھا۔ یہ بات اُسے معلوم ہو چکی تھی کہ اُس کا خط پڑھتے ہی شرارہ جادُو عُمرو اور مہ رُخ وغیرہ سب کو طلِسمی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ اُسے اب دُشمنوں کا باغیوں کی کوئی فکر نہ رہی تھی۔ اُس نے طے کر یا تھا کل شرارہ کو حکم دُوں گا کہ سارے قیدیوں کو اِسی حالت میں طلِسم کے خاص خاص شہروں میں پھرا کر رُسوا کرے اور پھر ملکہ حیرت جہاں اور جس طرح کہے انہیں ہلاک کر دیا جائے۔

عُمرو کے شاگرد عیّاروں کے بارے میں نہ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ وُہ گرفتار ہونے سے بچ گئے ہیں نہ اُسے ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کا

خیال ہوا۔ اس کے نزدیک سارے دُشمن گرفتار ہو چکے تھے اور کوئی بھی ایسا اہم شخص باقی نہ رہا تھا جو اُنہیں چھڑا سکتا یا جس سے ایسا اندیشہ ہو سکتا۔ اسی خُوشی میں وہ آج پوری بے فکری کے ساتھ ناچ گانے سے لُطف اُٹھا رہا تھا۔

اس حالت میں اِکبارگی جو ملکہ حیرت اسے جادُوئی مور پر سوار آسمان سے اُترتی نظر آئی تو اس کا دل اور بھی باغ باغ ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ ملکہ شاید دُشمن قیدیوں کے بارے میں صلاح مشورہ کرے آئی ہے۔ یا ممکن ہے اپنی بہن بہار جادُو کی رہائی کے لیے سفارش کرنا چاہتی ہو لیکن جب ملکہ حیرت طاؤس سے اُتر کر اس کے قریب آئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فتح کی خوشی کی بجائے ملکہ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔

ملکہ حیرت نے آتے ہی دُشمن کی رہائی اور شرارہ کی مع لشکر تباہی کا سارا واقعہ فر فر بیان کر دیا۔ افراسیاب کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ لیکن جلد ہی خود پر قابو پا کر لاپروائی ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "ملکہ اتنی سی بات پر پریشان نہ ہو۔ شرارہ جیسی لاکھوں کنیزیں اور اس جیسے ہزاروں لشکر تم پر قربان ہیں۔ مجھے

عُمرو کے شاگردوں کا خیال ہی نہ رہا۔ خیر، پروا نہ کرو۔ ناچ رنگ سے دل بہلاؤ۔ کل کسی ایسے جادُوگر کو بھیجوں گا جو ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑے گا۔"

ملکہ حیرت نے اس کی ان باتوں کا کوئی اثر نہ لیا۔ خاموشی سے سوچتی رہی پھر فکر مند لہجے میں کہنے لگی۔ "میرے آقا! معاملہ اتنا آسان نہیں جتنا ہم اب تک سمجھتے آئے ہیں۔ حضور کی شان اور طِلسم ہوش رُبا کی آن ہمارے ایمان کی جان ہے۔ اگر اس میں کُچھ فتور پڑ گیا۔ باغیوں کا فساد حد سے بڑھ گیا تو کہیں ایسا نہ ہو ہمیں خداوند سامری کے پوتے داؤد جادُو کے سامنے شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے۔ بات بگڑی تو وہ ضرور کہیں گے کہ مُجھے کیوں نہ خبر کی۔ اب بہتر یہ ہے کہ انہیں سارا حال لکھ بھیجیے اور عرض کیجیے کہ اگر مناسب خیال کریں تو اس فتنے کو ختم کرنے کا خود ہی کوئی انتظام کریں۔"

افراسیاب نے بڑی توجّہ کے ساتھ ملکہ کی بات سُنی۔ اس کے بعد بولا۔ "ملکہ! اچھا کیا تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اب میں ضرور حالات کے تقاضے

کے مطابق کارروائی کروں گا۔ لیکن خداوند کے پوتے داؤد جادُو ایسے نہیں کہ میں اُنہیں خط لکھوں۔ اُن کا مرتبہ اتنا اعلیٰ ہے کہ اگر میں خود جاؤں، ہفتوں در پر پڑا رہوں تب بھی شاید اُن کی رسائی نہ پاؤں۔ ایسا کرتا ہوں کہ اُن کی بجائے اُن کے بھالی مُصوِّر جادُو کو لکھتا ہوں وہ ضرور میرے خط پر توجّہ دیں گے۔"

ملکہ حیرت نے افراسیاب کی اس تجویز سے اِتّفاق کیا۔ افراسیاب نے ایک خط اپنے ہاتھ سے مُصوِّر جادُو کے نام لکھا۔ اس میں کُل حالات شروع سے اب تک کے تحریر کیے۔ مہ رُخ اور عیّاروں کی لڑائیاں اور مکّاریاں تفصیل سے بیان کیں اور آخر میں مدد کی درخواست کی۔

یہ خط افراسیاب نے اپنے ایک سردار کے حوالے کیا اور بُہت کُچھ تُحفے اور نذرانے ساتھ کر کے اُسے مُصوِّر جادُو کی خدمت میں روانہ کیا۔

افراسیاب کا یہ خط پڑھ کر مُصوِّر جادُو کو اس پر بڑا ترس آیا۔ اس نے اپنی فوج کو تیّار ہونے کا حکم دے دیا اور اعلان کیا کہ میں افراسیاب کی مدد کو جاؤں گا۔

مُصوِّر جادُو کے بیٹے شکل کَش جادُو نے جو یہ اعلان سُنا تو بھاگا ہوا باپ کے پاس آیا اور بڑی خوشامد کے ساتھ کہنے لگا۔ ”ابّا حضُور! چند معمولی باغیوں کے مُقابلے میں آپ کا جانا آپ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ بندہ بھی ہر ہُنر میں طاق ہے۔ موقع عنایت کیجیے کہ اس مُہم پر میں جاؤں اور افراسیاب کی فکر دُور کر کے اُسے اپنا احسان مند بناؤں۔“

مُصوِّر نے پہلے تو بیٹے کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا۔ مگر جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مان گیا۔ اجازت حاصل کر لینے کے بعد شکل کَش اپنی فوج لے کر بڑی دھوم دھام کے ساتھ مہ رُخ کے مُقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ ملکہ حیرت افراسیاب سے رُخصت ہو کر اپنی چھاؤنی میں پُہنچ چُکی تھی۔ شکل کَش وہاں پہنچا تو ملکہ حیرت نے اُس کا زبردست استقبال کیا۔ دُور دُور تک یہ خبر مشہور ہو گئی کہ خداوند سامری کا پڑپوتا شکل کَش جادُو ملکہ حیرت کی مدد کو آ پہنچا ہے۔ ملکہ مہ رُخ کے لشکر میں یہ بات پہنچی تو اُس کے سرداروں میں کھلبلی مچ گئی۔ مگر مہ رُخ نے یہ کہہ کر اُن کا دل بڑھایا۔ ”اگر خُود مُصوِّر جادُو مُقابلے

کے لیے آتا تو پریشان ہونا جائز تھا۔ اس چھوکرے سے کیا ڈرنا خاندانی غُرور کے علاوہ اِس نے سیکھا ہی کیا ہے۔ تم میں سے کتنے ہی اس سے زیادہ جادُو جانتے ہیں۔"

دوسرے دن شکل کَش بڑے غُرور کے ساتھ اپنا جادوئی اژدھا دوڑاتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اور مہ رُخ کے لشکر کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ "اے نمک حرامو! تمہارے دن پورے ہو گئے۔ جو نہیں جانتا جان لے، جو نہیں پہچانتا پہچان لے۔ میرا نام شکل کَش جادُو ہے۔ پڑ پوتا خداوندِ سامری کا ہوں۔ جسے اپنی زندگی پیاری ہو، سر جھُکائے ہاتھ باندھے میرے پاس آئے۔ معافی طلب کرے۔ جسے سرکشی پر ناز ہو مرنے کے لیے تیّار ہو جائے اور حوصلہ ہو تو میرے مُقابلے کو آئے۔"

اس کی یہ ڈینگ سُن کر مہ رُخ کے لشکر میں سنّاٹا چھا گیا۔ کسی سردار کو اس کے مُقابلے پر جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہ رنگ دیکھ کر ملکہ مہ رُخ کو غیرت آئی۔ تخت اُڑا کر اس کے سامنے آئی اور کہنے لگی:

”اے چھوکرے! مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ خیریت چاہتا ہے تو اپنے باپ کے پاس واپس چلا جا۔ یہاں تیرے جتنے کتنے ہی ہمارے مُقابلے پر آکر فنا ہوئے ہیں اور اپنے پیاروں کو رُلا چکے ہیں۔“

مہ رُخ کی یہ باتیں سُن کر شکل کَش غصّے سے آگ بھبھوکا ہو گیا۔ واپس جانے کی بجائے اُس نے ایک جادُوئی ناریل مہ رُخ پر کھینچ مارا۔ ناریل پھٹنے سے پہلے ہی مہ رُخ نے منتر پڑھ کر اُسے ناکارہ بنا دیا۔ شکل کَش کا غصّہ اور بھڑک اُٹھا۔ دونوں کے درمیان نارنج تُرنج کا وار چلنے لگا۔

جب یہ عام جادُوئی ہتھیار شکل کش کے کام نہ آئے تو جھنجھلا کر اس نے جھولی میں ہاتھ ڈالا۔ مہ رُخ کی شکل کی پُتلی نکال کر اور خاص منتر پڑھ کر اُسے مہ رُخ کی طرف اُچھالا اور کہا۔ ”اے شامہ! بحکمِ سامری مہ رُخ کو پکڑ لا۔“

مہ رُخ اس حربے کے لیے پہلے ہی سے تیّار تھی۔ پُتلی کے قریب آتے ہی اُس نے توڑ کا منتر پڑھ کر پُتلی کو اُٹھا لیا اور اس کا سر نوچ کر پھینکتے ہوئے بولی: ”اب تو یہ پُتلی سے پُتلا ہو گیا۔ ہاتھ پیر بالکل شکل کَش جادُو جیسے ہیں مگر سر کو

کیاہو گیا؟"

یہ الفاظ اس نے اپنی تاثیر سے کہے کہ آناً فاناً پُتلے میں سر اور چہرہ پیدا ہو گیا۔ صُورت بالکل شکل کَش جیسی ہو گئی۔ اس پر مہ رُخ نے اُسے شکل کَش کی طرف اُچھالتے ہوئے کہا۔ "اے شمامہ! سامری کے حکم سے اِس چھو کرے شکل کَش کو پکڑ لا۔"

شکل کَش آخر کو سامری کا پڑ پوتا تھا۔ جیسے ہی پُتلا اس پر حملہ آور ہوا، منتر پڑھ کر اُس نے اُسے سُن کر دیا اور اٹھا کر جھولی میں لیا۔ اب مہ رُخ کی باری تھی اُس نے پے در پے جادُو کے وار شکل کَش پر کرنا شروع کر دیے۔

کاکُل کَش کو یقین ہو گیا کہ اپنے باپ سے ورثے میں پائے ہوئے خاص حربے کے علاوہ وہ کسی اور ترکیب سے مہ رُخ کو نہ زیر کر سکے گا۔ مہ رُخ کے حملوں کے توڑ کا منتر پڑھتے ہوئے جھولی میں سے کاغذ اور قلم نکالا اور مہ رُخ کی تصویر بنانے لگا۔ یہ رنگ دیکھ کر مہ رُخ کا مُنہ فق ہو گیا۔ اُسے اپنی گرفتاری یا موت سامنے دکھائی دینے لگی۔ مہ رُخ کی فوج کے سردار بے چین اور

پریشان دکھائی دینے لگے۔

مہ رُخ کے سرداروں کی صف میں ناگن بجلی اپنے بیٹے رعد جادُو کے ساتھ کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''رعد! یہ تو برا ہوا۔ مگر شکل کَش نے ملکہ مہ رُخ کی تصویر مکمل کر لی تو پھر وہ نہ بچ سکے گی۔ غیرت کی وجہ سے وہ بھاگنے سے گریز کر رہی ہے۔ لیکن ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔''

رعد جادُو نے کہا۔ ''آپ ٹھیک کہتی ہیں امّی جان! لیکن سامنے سے ہمارا کوئی بھی آدمی بڑھا تو وہ ہوشیار ہو جائے گا۔ بس ایک ہی ترکیب ہے۔ میں زمین میں ڈوب کر اُس کے پیچھے جا نِکلتا ہوں اور نعرہ لگاتا ہوں۔ اگر وہ میرے نعرے سے بے ہوش ہو جائے تو جیسا آپ چاہیں ویسا کریں۔ ناکام رہوں تو پھر آپ ملکہ مہ رُخ کو اس کے سامنے سے ہٹا لینا۔ میری فکر نہ کرنا۔''

ناگن بجلی نے سر کے اشارے سے رعد جادُو کی بات کی تائید کی۔ وہ کھسک کر ماں کے پیچھے آیا اور اُس کی اوٹ میں ہو کر خاموشی کے ساتھ زمین میں ڈوب

کر غائب ہو گیا۔

مہ رُخ گھبرا گھبرا کر شکل کَش پر جادُو کے وار کر رہی تھی مگر شکل کَش اُس کا توڑ کرتے ہوئے برابر اُس کی تصویر بنائے جا رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں اور چہرے کا خاکہ تیّار ہو چکا تھا۔ فقط ناک بنانا بانا باقی رہ گیا تھا۔ اس مرحلے پر شکل کَش نے فاتحانہ مُسکراہٹ کے ساتھ مہ رُخ کے چہرے پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور خاکے کے اندر شاید مُنہ بنانے کے لیے قلم رکھا لیکن اُسی لمحے رعد جادُو اُس کی پشت کی جانب زمین سے اوپر آ چکا تھا اور قبل اس کے کہ شکل کَش ہوشیار ہوتا، اُس کے محافظ اُسے بچانے کے لیے رعد جادُو نے پوری قوّت سے چنگھاڑ کر نعرہ لگایا۔

اس کے نعرے کی خوفناک آواز سے بہادر سپاہیوں اور عام جادُوگروں کی کھوپڑیاں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ شکل کَش معمولی جادُوگر نہ تھا۔ پھر بھی اُس آواز کی طاقت سے اُس کے جسم کا انگ انگ اِس بُری طرح جھنجھنا اُٹھا کہ قلم اور کاغذ اس کے ہاتھوں سے نیچے گِر پڑے۔ مہ رُخ کی تصویر نامکمل رہ گئی اور

جیسے ہی وہ انہیں اُٹھانے کے لیے نیچے کو جھُکا چکرا کر بے ہوش ہو گیا۔ شکل کَش کے محافظ جادُو گروں اور سرداروں نے یہ نقشہ دیکھا تو دیوانہ وار رعد جادُو کو پکڑنے اور شکل کَش کو بچانے کے لیے دوڑ پڑے۔

رعد جادُو فوراً ہی زمین میں ڈوب کر غائب ہو گیا۔ ناگن اپنی جگہ تیّار کھڑی تھی۔ اِدھر شکل کَش بے ہوش ہو کر گِرا، اُدھر وہ زمین پر لوٹ پوٹ کر چمچماتی، بل کھاتی بجلی کی لہر بن کر آسمان پر اُڑی اور تڑاق سے شکل کَش پر گِری اور اِس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین میں اُترتی چلی گئی۔

پلک جھپکتے میں ہر طرف تاریکی چھاگئی۔ آگ اور پتھّر برسنے لگے۔ رونے کی آوازوں سے میدان گونجنے لگا۔ آندھی اور طوفان کے جھکّڑ چلنے لگے۔ کچھ دیر بعد سنّاٹا ہو گیا اور آواز آئی "افسوس! نوجوانی میں جان سے گیا۔ میرا نام شکل کَش جادُو تھا۔"

اس آواز کے بعد ہی تاریکی دور ہو گئی۔ لیکن پھر جو دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی ہے اور تیر تلواروں، پتھّروں، انگاروں اور

شعلوں کی جو برساتیں ہوئی ہیں، ان کی دہشت سے سورج کا چہرہ بھی زرد ہو گیا۔

آخر کار مہ رُخ کو فتح حاصل ہوئی۔ دُشمن کی چھاؤنی کو لُوٹ کر شادیانے بجاوہ اپنی لشکر گاہ میں واپس آئی۔

نقلی سردار

شکل کَش جادُو کی موت سے ملکہ حیرت جادُو کے دل کو سخت دھکّا لگا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ شکل کَش پہلے ہی معرکے میں جان کھو بیٹھے گا۔ رہ رہ کر اُس کے دل میں بس یہی خیال پیدا ہو رہا تھا کہ کاش ہم مُصوِّر جادُو سے مدد نہ مانگتے۔ کاش شکل کَش یہاں نہ آتا۔

آخر کار اُس نے ایک صندلی تابوت میں شکل کَش کی لاش رکھوائی اور باغِ سیب میں شہنشاہ افراسیاب کی خدمت میں جا پہنچائی۔ افراسیاب نے شکل کَش کا تابوت دیکھتے ہی سر پیٹ لیا اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگا:

"افسوس صد افسوس! مُرشد زادے مُصوِّر جادُو کا یہ ایک ہی فرزند تھا۔ اگر

معلوم ہوتا کہ یہ انجام ہو گا تو ہرگز اِسے جنگ کے لیے نہ جانے دیتا۔ نہ جانے مُرشدزادے کا کیا حال ہو گا۔

کچھ دیر اور اسی طرح رنج و ملال ظاہر کرنے کے بعد افراسیاب نے ملکہ حیرت سے شکل کَش کی جنگ کی تفصیل پوچھی۔ جب اُسے پتا چلا کہ اس کی ہلاکت کا ذمّہ دار رعد جادُو ہے تو اُس نے صرصر کو مخاطب کر کے کہا۔ "اس واقعے نے ہمیں مُصوِّر جادُو کے سامنے سخت شرمندہ کیا ہے۔ اب تھوڑی بہت بات صرف اس طرح بن سکتی ہے کہ رعد جادُو کو پکڑ کر مُصوِّر جادُو کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تا کہ وہ اِنتقام لے کر اپنا کلیجا ٹھنڈا کر سکیں۔ یہ کام تیرے حوالے ہے جس طرح بھی بن پڑے اس مُوذی کو اُٹھا کے لئے آ۔"

صرصر نے سر جھکا کر ادب سے وعدہ کیا اور افراسیاب کے اشارے پر ایک جادُوگر نے اُسے اُڑن تخت پر بٹھا کر مہ رُخ کے لشکر کے قریب پہنچا دیا۔ کچھ وقت افراسیاب کے ساتھ رہنے کے بعد ملکہ حیرت بھی اپنی چھاؤنی میں واپس جا پہنچی۔

اُدھر صرصر مہ رُخ کے ہرکارے کے بھیس میں اس کی چھاؤنی میں داخل ہو گئی۔ اور ہر طرف گھوم پھر کر رعد جادُو کو تلاش کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے رعد جادُو اور اس کی ماں ناگن بجلی کے خیموں کا پتا چلالیا۔ مگر ماں بیٹے دونوں اس وقت ملکہ مہ رُخ کے دربار میں تھے۔

ایک کونے میں چھپ کر صرصر نے جلدی جلدی رعد جادُو کی ایک کنیز کا بہروپ بھرا اور ہاتھ میں مور چھل لیے دربار میں جا پہنچی۔ وہاں ایک دوسری کنیز رعد جادُو کے سر پر مور چھل جھل رہی تھی۔ صرصر نے سے اشارے سے باہر بُلایا۔ کنیز اُسے اپنی سہیلی سمجھتے ہوئے بے دھڑک چلی آئی۔

صرصر نے راز داری کے ساتھ اس سے کہا۔ "بڑی مُصیبتیں سہہ کر کوئی تم سے ملنے آیا ہے۔ چھاؤنی کے باہر چھوٹے ٹیلے کے پیچھے جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا ہے۔ جانا چاہو تو میں تمہاری جگہ کام سنبھالنے کو حاضر ہوں۔"

اس کنیز کا بھائی ملکہ حیرت کی فوج میں تھا۔ وہ سمجھی کہ وہی آیا ہو گا۔ مُدّت سے دونوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا تھا۔ کنیز بھائی کے لیے تڑپ گئی اور

صر صر کا شکریہ ادا کر کے اس کے بتائے ہوئے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

صر صر نے دھیمی خُوشبو اور دیر میں اثر کرنے والا بے ہوشی کا عطر اپنے مور چھل پر چھڑکا اور رعد جادُو کے پیچھے کھڑے ہو کر مور چھل جھلنے لگی۔ بے ہوشی کے عطر کی خوشبو آہستہ آہستہ رعد جادُو اور اس کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے سرداروں پر اثر کرنے لگی۔

آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھیں بھاری ہونے لگیں تو صر صر نے مور چھل کی حرکت اور تیز کر دی۔ اسی موقعے پر اچانک خواجہ عُمرو کی نگاہ اُس سے ٹکرا گئی۔ اس کے مور چھل جھلنے کی حرکت اُنہیں کچھ عجیب سی محسوس ہوئی تھی۔ اتفاقاً اُنہوں نے اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی سر سری نظر سے دیکھا۔ سبھی اونگھتے نظر آئے۔ اب ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اُنہوں نے بڑے غور سے مور چھل جھلنے والی کنیز کو دیکھا۔

"ارے یہ تو کچھ ہی دیر پہلے باہر سے آئی تھی۔" عُمرو کو یاد آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ صر صر ہے۔ اُس نے اُسے پکڑ لینے کا فیصلہ کیا مگر اس طرح اپنی جگہ سے اُٹھا

جیسے باہر جا رہا ہو۔ صرصر اپنے شکار کی طرف مُتوجّہ تھی۔ عُمرو اُسے دھوکا دینے کے لیے دروازے کی طرف گیا مگر پھر ایک ستون کی اوٹ سے پلٹ کر ہوشیاری کے ساتھ صرصر کی طرف بڑھنے لگا۔ دَم بہ دَم وہ اس کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ اچانک صرصر کی نگاہ عُمرو کی کُرسی پر پڑی۔ چند لمحے پہلے اُس نے عُمرو کو اُس پر بیٹھا پایا تھا مگر اب وہ خالی تھی۔ اِکبارگی وہ چونک اُٹھی اور گھبرا کر اِدھر اُدھر نگاہ دوڑانے لگی۔ اس موقع پر اُس نے ایک پہلو سے دبے پاؤں عُمرو کو اپنی طرف لپکتا دیکھ لیا۔

وہ سمجھ گئی کہ عُمرو پکڑنے کو آتا ہے۔ فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ اس نے تاک کر مورچھل عُمرو کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ عُمرو فوراً ڈبکی لگا گیا۔ صرصر بھاگ کھڑی ہوئی۔ عُمرو اُس کے پیچھے دوڑا مگر وہ چھلانگ لگا کر اور قنات چاک کر کے غائب ہو گئی۔

ملکہ مہ رُخ نے حیران ہو کر عُمرو سے پوچھا۔ ”خواجہ! یہ کون بد تمیز تھی؟ کس کی کنیز تھی؟ آپ سے اور اِتنی گستاخی!“

عُمرو نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "ملکہ یہ کنیز نہیں عیّارہ صرصر تھی۔ ہوشیار رہیے۔ مجھے اِس کے ارادے خطرناک نظر آتے ہیں۔ اگر میں نہ پہچان لیتا تو کم بخت رعد جادُو سمیت بیس پچیس سرداروں کو تو بے ہوش کر چکی تھی۔ پھر خُدا جانے کِس کو قتل کرتی اور کس کو پکڑ لے جاتی۔"

اس رات ہر سردار کے خیمے کے اندر اور پوری چھاؤنی کی حُدود میں زبردست حفاظتی انتظامات کیے گئے۔ جگہ جگہ چوکیاں بٹھا دی گئیں اور گلی گلی میں گشتی دستے چکّر لگانے لگے۔ لشکر گاہ کے ہر طرف اس طرح ناکہ بندی کر دی گئ کہ نہ کوئی مشکوک آدمی باہر جا سکے، نہ اندر آ سکے۔

ناگن بجلی کو اپنے بیٹے رعد جادُو کے بارے میں بڑی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس نے اس کی حفاظت کے لیے خیموں کے اندر باہر ہر جگہ چاق و چوبند سپاہی اور جادُوگر مقرّر کر دیے۔ مگر اس پر بھی اس کا دل نہ مانا تو وہ خود بھی اُس کے خیمے میں آ بیٹھی اور رات بھر جاگنے کا ارادہ کر کے دل بہلانے کے لیے اُس کے ساتھ شطرنج کھیلنے لگی۔

آدھی رات گزر جانے کے بعد ایک دربان نے اُس سے آ کر کہا۔ ''ملکہ مہ رُخ کے محافظوں کا سردار کوئی خاص ہدایت لے کر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''

ناگن بجلی فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی اور رعد جادُو کے ساتھ دروازے پر جا کر سردار کا استقبال کیا۔ سردار سر سے پیر تک ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ناگن اور رعد کو دیکھتے ہی اُس نے کہا:

''ملکہ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ دونوں اور آپ کے محافظوں کو ساتھ لے کر صبح ہونے تک پہاڑی کے باہر چاروں طرف چکّر لگاؤں اور جو بھی آدمی آتا جاتا ملے چاہے وہ ملکہ اور عُمرو ہی کیوں نہ نظر آتا ہو، گرفتار کر کے دربار میں پیش کروں۔''

دونوں ماں بیٹے یہ سُن کر فوراً تیّار ہو گئے۔ اُنھوں نے بیس محافظوں کو منتخب کر کے ساتھ لیا اور محافظوں کے سردار کے ہمراہ چھاؤنی کے باہر چل دیے۔ راستے میں جگہ جگہ پہرے داروں کی ٹولیاں ملیں۔ سب اُنہیں دیکھ کر سلامی

دیتے اور یہ اُنہیں چوکنّا رہنے کی ہدایتیں دیتے آگے بڑھتے رہے۔ ناگن اور رعد پہرے داروں کو یہ بھی بتا دیتے کہ وہ چھاؤنی کے باہر دیکھ بھال کرنے جا رہے ہیں۔

چھاؤنی سے باہر نکل کر محافظوں کے سردار نے ناگن بجلی نے کہا: ”اب ہمیں دو ٹولیوں میں بٹ جانا چاہیے۔ ایک ٹولی دائیں طرف سے چھاؤنی کا چکّر لگائے، دوسری بائیں طرف سے۔“

ناگن بجلی نے یہ بات مُناسب سمجھی، دس مُحافظ اُس نے اپنے ساتھ لیے اور باقی دس رعد جادُو اور سردار کے حوالے کر کے بائیں طرف کو چل دی۔ دوسری ٹولی دائیں طرف کو روانہ ہو گئی۔ اِتّفاق سے خواجہ عُمرو بھی چھاؤنی کے اندر گشت کر رہے تھے۔ اُنہوں نے جو یہ سُنا کہ ناگن بجلی، رعد جادُو اور محافظوں کا سردار مِل جُل کر چھاؤنی کے باہر چکّر لگانے گئے ہیں تو ان کا ماتھا ٹھنک گیا۔ اندر کی فِکر چھوڑ وہ انہیں ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے۔ اُن کا دل رہ رہ کر گواہی دے رہا تھا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

اُدھر جس ٹولی میں رعد جادُو اور محافظوں کا سردار تھے، وہ گشت کرتی ہوئی ایسے حصّے میں جا نکلی جہاں جھاڑیوں اور درختوں کا گنجان سلسلہ چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ راستہ اتنا تنگ اور غیر ہموار تھا کہ رو رہ کر مُحافظ سپاہیوں کو ٹھوکریں لگ رہی تھیں۔ اندھیرے کی وجہ سے کِسی کو کچھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ البتہ محافظوں کا سردار اس طرح چل رہا تھا جیسے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہو۔ رعد جادُو نے اس پر حیرت ظاہر کی تو اس نے کہا:

"ملکہ مہ رُخ اپنے محافظوں کو ایک ایسی طِلسمی ٹکیا دیا کرتی ہے جس کے کھانے سے رات کو بھی دن کی طرح دکھائی دینے لگتا ہے۔ میں اِن جھاڑیوں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔ ٹکیاں میرے پاس ہیں۔ ایک ایک سب کھا لو تا کہ اِطمینان سے تلاشی لی جا سکے۔"

رعد جادُو نے اس بات پر ذرا بھی شک نہ کیا۔ اُس نے اور اس کے سپاہیوں نے محافظوں کے سردار سے ٹکیاں لے کر کھا لیں۔ عین اسی وقت عُمرو اُنہیں تلاش کرتا ہوا اگن بجلی کی ٹولی کے سامنے جا نکلا۔ حکم کے مطابق اُسے دیکھتے

ہی سپاہیوں نے دبوچ لیا۔ وہ لاکھ چلّاتا رہا۔ ”نالائقو! یہ کیا کر رہے ہو۔ میں خواجہ عُمرو ہوں۔“لیکن کسی نے ایک نہ سُنی۔اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے اور پیروں میں پھندے ڈال کر ناگن بجلی کے سامنے پیش کر دیا۔ ناگن اسے پہچان گئی مگر ملکہ مہ رُخ کے حکم کا ذکر کرتے ہوئے بولی: ”خواجہ صاحب! معاف کیجیے حکم سے مجبور ہوں۔ صُبح دربار میں پیش کروں گی۔اگر آپ اصلی عُمرو ہوئے تو یقین کیجیے چھوٹ جائیں گئے۔“

عُمرو نے تلملا کر کہا۔ ”احمق عورت! مجھے اپنے چھوٹنے کی فکر نہیں۔ تیرے چہیتے بیٹے کا اندیشہ ہے۔ کہیں تو نے اُسے محافظوں کے سردار کے ساتھ تو نہیں کر دیا؟“

یہ سُنتے ہی ناگن بجلی کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ وہ گھبرا کر بولی۔ ”کیوں؟ کیا وہ کوئی دُشمن ہے؟“

”ہے یا نہیں۔ یہ تو تُجھے جلد معلوم ہو جائے گا۔ لیکن تیری کھوپڑی کو کیا ہوا؟ مجھ پر تو تُو شک کرتی ہے۔اس پر کیوں سے نہ کیا؟ بغیر تصدیق کیے بیٹے کو لے

کر اس کے ساتھ چھاؤنی سے باہر کیوں چلی آئی؟"

اب جا کر ناگن کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔ تاہم اس بات سے ذرا اُسے ڈھارس رہی کہ رعد جادُو کے ساتھ دس وفادار سپاہی بھی ہیں۔ اس نے اِطمینان کرنے کے لیے عُمرو سے کہا: "کیا آپ کو یقین ہے کہ محافظوں کا سردار بھروسے کے قابل نہیں اور وہ میرے بیٹے اور اس کے دس جاں نثاروں پر قابو پالے گا؟"

عُمرو نے جواب دیا۔ "اب مجھے یقین ہو چلا ہے۔ محافظوں کا سردار اصل میں صرصر عیّارہ ہے۔ یہ اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔ بیٹے کی خیر چاہتی ہے تو جلدی سے مجھے کھول دے اور میرے ساتھ چل کے اُسے تلاش کر۔"

ناگن کھلی تڑپ اُٹھی۔ جلدی جلدی اس نے عُمرو کے ہاتھ پیر کھولے اور سب کو ساتھ لے کر دوسری ٹولی کی تلاش میں چل دی۔ تاریکی کی وجہ سے اس کے سپاہیوں اور عُمرو کو آگے بڑھنے میں بڑی دقّت پیش آرہی تھی۔ عُمرو کو ڈر ہوا کہ کہیں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی صرصر اپنا کام کر کے رفو چکّر نہ ہو

جائے۔ اس نے ناگن سے کہا:

”وقت نازک ہے۔ تم بجلی بن کر اُڑتی ہوئی آگے آگے چلو۔ اس طرح تمہاری روشنی میں ہم بھی تیزی سے آگے بڑھ سکیں گے۔“

یہ وہ لمحہ تھا کہ جب رعد جادُو اور اس کے محافظ صرصر کی دی ہوئی ٹکیا کھا کر بے ہوش ہو چکے تھے اور صرصر رعد جادُو کو پوٹلی میں باندھ کر پیٹھ پر لاد چُکی تھی۔

ناگن بجلی زمین پر لوٹ پوٹ کر بجلی کی صورت بنی اور تڑپتی بل کھاتی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ عُمرو اور محافظ سپاہی اُس کی روشنی میں دوڑتے ہوئے راستہ طے کرنے لگے۔

صرصر سمجھ گئی کہ بھانڈا بھُوٹ چُکا ہے۔ ناگن بجلی اس کی تلاش میں ہے۔ اس نے رعد جادُو کی پوٹلی کو اپنی پیٹھ سے باندھا اور درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں پُل پریزادان کی سمت طرّارے بھرنے لگی۔

ناگن بجلی جلد ہی اُس مقام پر جا پہنچی جہاں رعد جادُو کے محافظ سپاہی بے ہوش پڑے تھے۔ زمیں پر لوٹ پوٹ کر وہ فوراً عورت بن گئی اور بے ہوش سپاہیوں میں رعد جادُو کو تلاش کرنے لگی۔ کچھ وقفے کے بعد عُمرو اور دوسرے سپاہی بھی وہاں پہنچ گئے۔ سب نے مل جل کر آس پاس کا چپّا چپّا چھان مارا لیکن صرصر کے پیروں کے نشانات کے علاوہ کہیں کچھ نہ ہاتھ آیا۔

ناگن بجلی نے جوش میں آ کر چاہا کہ اسی وقت جا کر ملکہ حیرت کی چھاؤنی پر برس پڑے لیکن عُمرو نے بڑی مُشکل سے سمجھا بجھا کر لشکر گاہ میں واپس کیا۔ اور دلاسا دیا کہ میں جلد رعد جادُو کو چھڑُا کر لے آؤں گا۔ عُمرو چونکہ سُرمۂ سلیمانی لگائے ہوئے تھا اس لیے صرصر کے نشانات اُسے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فرّاٹے بھرتا اس کا پیچھا کرنے لگا۔

سادھو کی کرامت

ملکہ مہ رُخ کے دربار میں جب عُمرو نے صرصر کو پہچانا تھا اور وہ وہاں سے غائب ہو گئی تھی، اس وقت مہتر قیران بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ صرصر آج کسی نہ کسی کو لیے بغیر واپس نہ جائے گی لیکن چھاؤنی میں رہ کر اُسے ڈھونڈنا اس نے غیر مناسب جانا۔ اس کی بجائے باہر جا کر وہ اس راستے میں چھپ کر بیٹھ رہا جو چھاؤنی سے پُل پریزادان کی طرف جاتا تھا۔

آدھی رات گزرنے کے بعد اس نے چھاؤنی کے باہر ایک جانب کچھ گڑبڑ سی محسوس کی اور ناگن بجلی کو آسمان پر تڑپتے ہوئے چکّر لگاتے دیکھا۔ اس کا ماتھا

ٹھنک گیا اور وہ چوکس ہو بیٹھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُسے ایک سایہ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ صرصر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جلدی سے اُس نے کمند کا ایک پھندا راستے میں پھیلا دیا اور سِرا پکڑ کر ایک درخت کی اوٹ میں ہوشیار ہو بیٹھا۔

صرصر کو اُدھر کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ وہ تعاقب کے ڈر سے اندھا دھند بھاگی ہوئی آئی اور پھندے میں سے ہو کر آگے جانے لگی۔ مہتر قیران اسی موقع کا مُنتظر تھا۔ اُس نے کمند کا سرا کھینچ لیا۔ پھندا صرصر کی کمر میں کس گیا اور وہ پوٹلی سمیت مُنہ کے بل گِر پڑی۔ مہتر قیران نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور کمند کا ایک پھندا بنا کر صرصر کے پیروں کو جکڑنے کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔ اِتّفاق سے صرصر کا ایک ہاتھ پھندے سے باہر تھا۔ جلدی سے اُس نے ایک بے ہوشی کا غبارہ نکالا اور اِس سے پہلے کہ مہتر قیران اُس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اسے بے بس کرے اس نے غبارہ اُس کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ مہتر قیران نے چھینک ماری اور بے ہوش ہو کر دھم سے اس کے برابر ڈھیر

ہو گیا۔

صرصر پھُرتی سے اُٹھی، کمر سے پھندا نکال کر کمند ایک طرف پھینکی، رعد جادُو کی پوٹلی کو کس کر ٹھیک کیا اور چاہا کہ مہتر قیران کو اِسی حال میں چھوڑ کر اپنا راستے لے اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی سرپٹ دوڑتا ہوا اُس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس کا دل کہہ اُٹھا۔ "یہ پیچھا کرنے والا عُمرو کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

عُمرو ابھی خاصا دُور تھا۔ صرصر کو پیچھا چھُڑانے کی ایک اچّھی ترکیب سوجھ گئی۔ جلدی جلدی اُس نے مہر قیران کی صورت رعد جادُو سی بنالی، ویسے ہی کپڑے پہنائے، رعد جادُو کی پوٹلی ایک جھاڑی میں چھپا کر رکھی، قیران کو ایک دوسری چادر میں باندھ کر پیٹھ پر لادا اور بھاگتی ہوئی پیچھے جا کر اُس مقام پر جاچھپی جدھر سے عُمرو چلا آ رہا تھا۔

عُمرو کے قریب آتے ہی وہ اس طرح اُٹھ کر بھاگی کہ عُمرو نے اُسے دیکھ لیا۔ صرصر یہی چاہتی تھی۔ جونہی عُمرو نے اسے دیکھ کر للکارا صرصر پوٹلی زمین پر

رکھ کر اور خنجر ہاتھ میں لے کر اس سے لڑنے کے لیے پلٹ پڑی۔ عُمرو اس پر کمند کے حلقے پھینکنے لگا۔ کچھ دیر ان کے درمیان طرح طرح کے حربے چلتے رہے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ آخر کار صرصر خود کو کمزور ظاہر کرتے ہوئے لڑتے بھڑتے پیچھے ہٹنے لگی۔ یہ دیکھ کر عُمرو نے ہنٹر نکال کر اس پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیے۔ صرصر بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوئی۔

عُمرو نے کچھ دُور تک اُس کا پیچھا کیا۔ مگر پھر اس ڈر سے کہ کہیں چکّر کھا کر صرصر پیچھے سے رعد جادُو کی گٹھڑی نہ لے اُڑے، وہ پلٹ آیا۔

اِدھر عُمرو نقلی رعد جادُو کو زنبیل میں ڈال کر اپنے لشکر کی طرف چلا اور اُدھر صرصر نے اصلی رعد جادُو کو پھر سے باندھ کر پُل پریزادان کی راہ لی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ بہت خُوش تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں عُمرو کو شرمندگی اور صرصر کو سُرخ روئی نصیب ہوئی۔

باغِ سیب میں پہنچ کر صرصر نے بڑے فخر سے رعد جادُو کو بے ہوش حالت

میں افراسیاب کی خدمت میں پیش کیا۔ افراسیاب نے خوش ہو کر اُسے اپنا جڑاؤ بازو بند انعام میں دیا اور اُس کی بڑی تعریف کی اور حکم دیا کہ رعد جادُو کو اِسی حالت میں لے جا کر شہر ارژنگ میں مُصوِّر جادُو کے حوالے کرے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں قتل کر کے اپنے بیٹے شکل کَش کا انتقام لے۔ صرصر حکم کے مطابق رعد جادُو کو پھر گٹھڑی میں باندھ کر شہر ارژنگ کی طرف روانہ ہو گئی۔

وہاں مُصوِّر جادُو کو افراسیاب کے خط سے اپنے بیٹے کی ہلاکت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی صورت نگار بیٹے کے غم میں پچھاڑیں کھا رہی تھی۔ سارے شہر میں سوگ منایا جا رہا تھا۔ مُصوِّر جادُو کو بھی بڑا صدمہ تھا۔ مگر صدمے سے زیادہ جُوشِ اِنتقام اس کے دل میں الاؤ کی طرح دہک رہا تھا۔

اِسی غیظ و غضب کی حالت میں اُس نے افراسیاب کو لکھ بھیجا کہ اب ہم دشمن سے اِنتقام لینے کے لیے خُود روانہ ہوتے ہیں۔ اور پھر اپنا کئی لاکھ کا لشکر تیّار کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ملکہ حیرت کے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔

خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس نے ایک کشادہ اور سر سبز چراگاہ میں پڑاؤ ڈالا۔ اُسی وقت صر صر رعد جادُو کو لیے پہنچی اور دربار کے موقع پر اُسے مُصوِّر جادُو کے سامنے پیش کیا۔ صُورت نگار بیٹے کے قاتل کو دیکھتے ہی آگ بھبھوکا ہو گئی۔ جلّادوں کو حکم دیا۔ "اسی وقت قیدی کا سر قلم کرو اور لاش کا قیمہ بنا کر کتّوں کو کھلا دو۔"

جلّاد رعد جادُو کی طرف لپکے لیکن مُصوِّر جادُو نے اُنہیں اشارہ سے روک دیا اور اپنی بیوی کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "جو تم چاہتی ہو وہی ہو گا۔ مگر یہاں نہیں۔ صر صر اُسے عیّاری سے پکڑ کر لائی ہے۔ ایسی حالت میں اِسے قتل کر دیا گیا تو دُشمن طعنہ دے گا کہ اکیلے کو بے بس کر کے مار ڈالا۔ یہ بات میری شان کے خلاف ہو گی۔ ہم آج کل میں ملکہ حیرت کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہاں میں اِسے میدانِ جنگ کے بیچ میں بندھوا کر دُشمن کو للکاروں گا۔ پھر جب اس کے حمایتی اسے چھڑانے کو آئیں گے تو اُنہیں اور اسے ڈنکے کی چوٹ قتل کروں گا۔"

آخر صُورت نگار نے صبر کیا۔ مُصوِّر جادُو نے قیمتی خلعت اور بہت سا مال صرصر کو انعام میں دے کر رُخصت کیا اور رعد جادُو کو ایک مشہور سردار آتش جادُو کے سپرد کر کے اُس کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔

اِتّفاق سے اسی وقت ایک طِلِسمی پُتلا افراسیاب کا خط لے کر مُصوِّر جادُو کے پاس آیا۔ خط میں لکھا تھا۔ ”دُشمن ہرگز اس حیثیت اور مرتبے کا نہیں کہ آپ خود جا کر اُس کا مقابلہ کریں بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیں اور اپنی جگہ کسی اور کو روانہ فرمائیں۔“

مُصوِّر اور صُورت نگار کچھ دیر افراسیاب کے اس مشورے پر بحث کرتے رہے۔ آخر دونوں اس بات پر مُتّفق ہو گئے کہ مُصوِّر جادُو واپس شہر ارژنگ کو جائے اور صُورت نگار لشکر کے ساتھ ملکہ حیرت کی چھاؤنی کا رُخ کرے، اور وہاں پہنچ کر ڈنکے کی چوٹ رعد جادُو کو قتل کرے۔ خطوں کے ذریعے اس فیصلے کی اِطّلاع افراسیاب اور ملکہ حیرت جادُو کو دے دی گئی۔

اُدھر ناگن بجلی اپنے بیٹے کے غم میں زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑایا کرتی

تھی اور عُمرو سمیت سارے عیّار بھیس بدل بدل کر رعد جادُو کا پتا چلانے کے لیے ملکہ حیرت اور اس کے سرداروں کے خیموں کے گرد منڈلایا کرتے تھے۔

اِتّفاق سے جس وقت مُصوِّر جادُو کا خط ملکہ حیرت کے پاس پہنچا اس وقت برق فرنگی وہاں ایک خدمت گار کے بہروپ میں موجود تھا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ صُورت نگار اپنے بیٹے شکل کَش کا انتقام لینے کے لیے منزلوں پر منزلیں طے کرتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔

پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ خبر جا کر ملکہ مہ رُخ کو بتانی چاہیے۔ لیکن جب وہاں سے نکل کر اُس نے آدھا فاصلہ طے کر لیا تو اچانک اس کا ارادہ بدل گیا۔ ملکہ مہ رُخ کے پاس جانے کی بجائے وہ تیزی کے ساتھ اس سمت روانہ ہو گیا جِدھر سے اُس کے خیال میں صُورت نگار کے لشکر کے آنے کی اُمّید تھی۔

کئی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے باغ میں جا پہنچا۔ وہاں ایک حوض کے کنارے ٹھنڈی چھاؤں میں اُس نے کچھ دیر دم لیا اور ترو تازہ

ہو کر پھر چل کھڑا ہوا۔ لیکن ابھی وہ باغ کی حد سے باہر نہ نکل پایا تھا کہ اُس کے کانوں میں صد ہا نقّاروں، شہنائیوں اور ڈھول تاشوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ چونک کر جو اُوپر دیکھا تو جادُوگروں کا ایک ٹڈی دل لشکر طلِسمی سواریوں پر اُڑتا ہوا باغ کی سمت آتا دکھائی دیا۔

برق فرنگی نے جھٹ پٹ ایک جٹا دھاری سادھو کا بہروپ بھرا اور ایک گھنے درخت کے نیچے اس طرح آسن جما کر بیٹھ گیا جیسے کئی دن سے مُراقبے میں ہو۔

کچھ دیر بعد آنے والا لشکر اسی باغ میں آکر خیمہ زن ہو گیا۔ وُہ صُورت نگار کا لشکر تھا۔ کتنے ہی سپاہیوں اور جادُوگر سرداروں نے برق کو اپنے خیموں کے قریب محسوس کر کے ناک بھوں چڑھائی مگر اسے گیان دھیان میں ڈوبا ہوا دیکھ کر کسی کو اُسے ٹوکنے یا چھیڑنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اُسے پُہنچا ہوا اور درویش سمجھ کر اِس اُمّید پر اس کے سامنے ادب سے دو زانو ہو بیٹھے تھے کہ جب وہ مُراقبے سے فارغ ہو کر آنکھیں کھولے گا تو اُس

سے مرادیں مانگیں گے۔

اِتّفاق کی بات، آتش جادُو کا خیمہ اس درخت سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا جس کے نیچے برق فرنگی سادھو بنا بیٹھا تھا۔ رعد جادُو اسی کی قید میں تھا۔ سفر کے دوران آتش جادُو نے رعد کو ایک طِلسمی صندوق میں بند کر دیا کرتا تھا۔ لیکن جب کہیں پڑاؤ ڈالا جاتا تو وہ اُسے ایک خیمے میں بند کر کے اُس کے چاروں طرف طِلسمی آگ کی چار دیواری بنا دیا کرتا تھا۔ آتش جادُو کے علاوہ کوئی اس چار دیواری کو ختم نہ کر سکتا تھا اور نہ اندر جا سکتا تھا۔

ظاہر میں برق فرنگی آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ مگر بڑی ہوشیاری سے دبی ہوئی نگاہوں سے لشکر کا جائزہ بھی لیتا رہتا تھا۔ اس نے آتش جادُو کو ایک خیمے کے گرد آتشی چار دیواری قائم کرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی حفاظت کسی خاص اور خطرناک قیدی ہی کے لیے کی جا سکتی ہے۔ جیسے ہی اُسے پڑاؤ کے لوگوں کی باتوں سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ صُورت نگار کا لشکر ہے اور اُسے یقین ہو گیا کہ طِلسمی آگ کی چار دیواری میں قید کیا جانے والا رعد جادُو کے

سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ آتش جادُو پر کس طرح قابو پایا جائے اور طلِسمی چار دیواری مٹا کر رعد جادُو کو کس طرح آزاد کرایا جائے۔

کچھ دیر بعد برق فرنگی کی یہ مُشکل خُود بخود دُور ہو گئی۔ آتش جادُو اپنے ضروری کام کرنے کے بعد ٹہلتا ہوا اس کی طرف آ نکلا۔ وہ عبادت گزار سادھوؤں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ برق نے جو حلیہ بنا رکھا تھا اسے دیکھ کر آتش جادُو بے حد متاثر ہوا۔

اس وقت تک وہاں اس جیسے چند دوسرے سردار بھی جمع ہو چکے تھے۔ وہ سب آپس میں برق کے بارے میں اظہارِ خیال کرنے لگے اور ان میں سے ہر ایک اُسے اپنے خیمے میں لے جا کر مہمان رکھنے کی خواہش کرنے لگا۔

برق بڑی توجّہ سے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر مخاطب کر رہے تھے۔ ایک سردار نے آتش جادُو سے کہا۔ ”بھائی آتش جادُو! آپ پر پہلے ہی ایک اہم قیدی کی نگرانی کی ذمہ داری ہے۔ سادھو

مہاتما کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ میرے ڈیرے پر آ کر ان سے برکت حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ انہیں لے گئے تو یا تو آپ ان کی خدمت پر پوری توجّہ نہ دے سکیں گے یا پھر قیدی کی نگرانی سے غافل ہو جائیں گے۔"

آتش جادُو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "میاں بنڈل جادُو! تم قیدی کی فکر نہ کرو۔ اُسے آگ کی چار دیواری میں بند کر دینے کے بعد مجھے بالکل کوئی اندیشہ نہیں۔ میں سادھو مہاتما کو مہمان بنانے کی عزّت ضرور حاصل کروں گا۔"

ایک تیسرے سردار نے کہا۔ "یہ بات مناسب نہیں کہ آپس میں ہم اس بات پر لڑیں گے کہ سادھو مہاتما کو کون اپنا مہمان بناتا ہے۔ میری رائے میں یہ معاملہ قسمت پر چھوڑ دو۔ سادھو مہاتما نہ جانے کب سے گیان دھیان میں ہیں۔ آنکھیں کھولتے ہی اُنہیں ضرور بھوک پیاس لگے گی۔ ایسا کرو سب لوگ اپنے اپنے پیالے میں کھانے پینے کی کوئی چیز ڈال کر ان کے سامنے رکھ دو۔ بس جس کی چیز وہ سب سے پہلے چکھ لیں، وہی اُنہیں اپنے خیمے میں لے

جائے۔"

کچھ بحث کے بعد یہ بات مان لی گئی۔ کوئی دودھ لایا کوئی شہد۔ کوئی حلوا تو کوئی مٹھائی۔ آتش جادُو نے اپنے پیالے میں انگور بھر کر برق کے سامنے رکھ دیے۔ وہ کنکھیوں سے سب کُچھ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور چہرے پر ناراضی کے آثار پیدا کر کے سرداروں کو دیکھنے لگا۔

ایک سردار نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ کہا۔ "مہاراج یہاں ملکہ صُورت نگار کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اس کھُلی جگہ آپ کا دھیان کھنڈت ہوتا رہے گا۔ آپ کے سامنے رکھا ہوا ہر پیالہ ہم میں سے کسی نہ کسی سردار کا ہے۔ آپ جس کے پیالے کی کوئی چیز پسند کریں گے وہی سردار آپ کو اپنے خیمے میں لے جائے گا۔ جہاں آپ سکون سے عبادت کر سکیں گے۔"

برق نے پہلے تو نخرے دکھائے مگر جب اُنہوں نے زیادہ اِصرار کیا تو اُس نے آتش جادُو کے پیالے میں رکھے ہوئے انگوروں میں سے چند دانے اُٹھا کر منہ میں ڈال لیے۔

یہ دیکھتے ہی دوسرے سردار اپنی بدقسمتی پر افسوس کرتے ہوئے وہاں سے چل دیے۔ آتش جادُو برق کو اپنے ایک پُرسکون خیمے میں لے گیا۔ اور اس کی بڑی خدمت کی۔ برق نے خُوشی ظاہر کرتے ہوئے اس سے کہا:

”بچّہ! تیری سیوا سے میرا مَن راضی ہو گیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔“

آتش جادُو نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ ”مہاراج! آگ پر تو میرا حکم چلتا ہے۔ پر میں چاہتا ہوں میرا بدن ہمیشہ کے لیے ایسا ہو جائے کہ کسی کا کوئی ہتھیار اثر نہ کر سکے۔“

اس پر برق نے اُسے گھورتے ہوئے سانس گھسیٹی، کُچھ دیر آنکھیں بند کر کے بے حرکت بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ سانس باہر نکال کر آنکھیں کھول دیں اور بولا۔ ”کچھ کشٹ (دُکھ) جھیلنا پڑے گا۔“

آتش جادُو بے صبری سے بولا۔ ”میں ہر طرح تیّار ہوں۔“

برق نے رُعب سے کہا ”اچھا! جا اپنے قیدی کو بے ہوش کر کے لے آ۔“

چند ہی لمحوں میں آتش جادُو رعد کو لے کر حاضر ہو گیا۔ برق نے ایک گلاس پانی کا منگایا۔ کُچھ پانی آتش جادُو کے بدن پر چھڑک دیا۔ پانی میں رعد جادُو کی چھنگلی سے خُون کے چند قطرے نکال کر شامل کر دیے۔ پھر کُچھ پڑھ کر گلاس پر پھُونکا اور آتش جادُو سے بولا۔ "یہ پانی پی لے۔ مُراد پُوری ہو جائے گی۔"

آتش جادُو نے وہ پانی پیا تو فوراً ہی اُسے بدن میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔ پھر کانوں میں سیٹیاں سی بجتی سُنائی دینے لگیں اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ سمجھا سادھو مہاتما کی کرامت رنگ دکھا رہی ہے۔ جلد ہی وہ بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اُسے شُبہ تلک نہ ہوا کہ جو پانی اس نے پیا ہے، برق نے ہوشیاری کے ساتھ اس میں عرقِ بے ہوشی ملا دیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد برق اور رعد جادُو بھیس بدل کر وہاں سے اپنی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔

صُورت نگار غائب

بنڈل جادُو، جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، ملکہ صُورت نگار کا خاص آدمی تھا۔ جب آتش جادُو نقلی سادھو مہاتما کو اپنے ساتھ لے گیا تو وہ اپنی ناکامی پر دل ہی دل میں جلتا ہوا ملکہ کے پاس پہنچا اور اس سے سادھو کی اتنی بڑھا چڑھا کر تعریف کی کہ اس کے دل میں سادھو کے درشن کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ اُنہیں اپنے دربار میں بُلا بھیجوں مگر پھر یہ خیال کر کے کہ پُہنچے ہوئے بزرگ ہیں، کہیں ناراض نہ ہو جائیں خود بنڈل جادُو کو ساتھ لے کر آتش جادُو کے خیمے کو چل دی۔

وہاں سادھو مہاتما تو کہیں دکھائی نہ دیے۔ البتّہ ایک خیمے میں آتش جادُو

چاروں شانے چِت بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

صُورت نگار کا ماتھا ٹھنک گیا۔ منتر پڑھ کر اس نے آتش جادُو کو ہوشیار کیا اور سادھو کے بارے میں پوچھنے لگی۔ اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر سر پر دو ہتڑ مار کر چیخ پڑا:

"حضور! غضب ہو گیا۔ وہ قیدی کو لے کر چمپت ہو گیا۔"

صُورت نگار نے غصّے میں آ کر ایک زور دار تھپّڑ اس کے گال پر رسید کیا اور بُرا بھلا کہتی ہوئی اُڑ کر قیدی کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ برق فرنگی اور رعد جادُو اس وقت تک آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر چکے تھے۔ رعد ایک چٹان پر بیٹھا ہوا سستا رہا تھا۔ برق اُس سے تھوڑے فاصلے پر ایک چشمے کے کنارے بیٹھا ہاتھ مُنہ دھو رہا تھا۔ اسی لمحے صُورت نگار اُڑتی ہوئی اُدھر آ نکلی اور اُس نے رعد کو پہچان لیا۔ اُوپر ہی سے اُس نے کوئی منتر پڑھ کر رعد کی طرف پھونکا۔ تڑاخ کی ایک بھیانک آواز بُلند ہوئی اور وہ چٹان جس پر رعد بیٹھا تھا زمین سے الگ ہو کر غُبارے کی طرح اُوپر اُڑ گئی۔

برق نے یہ ماجرا دیکھا تو پوری قوّت سے اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ صُورت نگار نے اُسے للکار کر کہا۔ ”میں نے تُجھے بھی دیکھ لیا تھا۔ پر چھوڑتی ہوں۔ جا رعد کے حمایتیوں کو خبر کر دے۔ میں کُچھ دیر یہیں انتظار کروں گی۔ جس میں دم ہو آ کے رعد کو چھُڑا لے۔“

دوڑنے میں برق گھوڑے جیسا تیز تھا۔ جلد ہی چھاؤنی میں جا پہنچا اور ناگن بجلی کے پاس جا کر فر فر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ بیٹے کی محبّت کے جوش میں ناگن اسی وقت اُڑ کر برق کی بتائی ہوئی جگہ جا پہنچی اور رعد کو ایک چٹان پر اُڑتا دیکھ کر وہ اُسے اُڑا لانے کے لیے جھپٹی۔ اسی لمحے صُورت نگار نے جانے کون سا منتر پڑھ کر تالی بجائی کہ اِکبارگی سینکڑوں پُتلے پیدا ہو کر ہوا میں ناگن بجلی سے چمٹ گئے۔ اُس نے بڑا زور لیا مگر دیکھتے ہی دیکھتے پُتلوں نے اُسے بے بس کر کے باندھ لیا۔

صُورت نگار کچھ دیر تک ناگن بجلی کی بے بسی سے مزہ لیتی رہی۔ پھر اُس نے تین بار تالی بجا کر ایک پیر زور سے زمین پر پٹخا۔

گڑ گڑاہٹ کے ساتھ زمین ایک جگہ سے پھٹی۔ ایک سیاہ بھجنگ جادُوگر اس میں سے نکل کر ملکہ کے سامنے آیا اور ادب سے سلام کر کے کہنے لگا۔ ''حکم فرمایئے سرکار! منحوس جادُو حاضر ہے۔''

صُورت نگار نے رعد اور ناگن بجلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''منحوس جادُو! ان دونوں کو قید کر لو اور ایسی جگہ حفاظت سے رکھو۔'' یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ منحوس جادُو نے ایک طِلِسمی بُرج بنا کر ناگن بجلی اور رعد جادُو کو اس میں قید کر دیا اور خود اُن کی نگرانی کرنے لگا۔

اُس رات صُورت نگار نے آرام کیا اور دوسرے دن صبح ہی صبح اپنا سارا لشکر لے کر ملکہ حیرت کی چھاؤنی کا رُخ کیا۔ ملکہ حیرت نے اپنے سرداروں کے ساتھ اس کی پیشوائی کی اور پہلے سے تیّار خیموں میں اس کے لشکر کو ٹھہرایا۔ صُورت نگار نے ملکہ حیرت سے کہا:

''میں اس لیے آئی ہوں کہ اپنے بیٹے کے قتل کا انتقام لوں اور باغیوں کی جڑ بُنیاد اُکھاڑ پھینکوں۔ میرے نام پر طبلِ جنگ بجانے کا حکم دیجیے۔ کل صُبح میں

خود میدانِ جنگ میں جاؤں گی۔"

ملکہ حیرت نے جواب دیا۔ "آپ ہمارے مُرشد زادے مُصوِّر جادُو کی بیگم ہیں۔ دو چار دن آرام کیجیے، پھر جنگ کی تکلیف اُٹھائیے۔"

یہ بات صُورت نگار کو پسند نہ آئی۔ آخر اس کے اصرار پر طبلِ جنگ بجوایا گیا۔ ملکہ مہ رُخ کے جاسوسوں نے جا کر اُسے سارے معاملے سے آگاہ کیا۔ اس نے بھی جنگ کا نقّارہ بجائے جانے کا حکم دیا۔ رات بھر دونوں جانب کے نقّارے اِعلان جنگ کرتے رہے۔

صُبح کے وقت صُورت نگار اپنی فوج کو لے کر میدانِ جنگ میں آ ڈٹی۔ مہ رُخ نے بھی آگے بڑھ کر اپنے لشکر کی صفیں آراستہ کیں۔ صُورت نگار نے غصّے میں بپھر کر اپنے جادُوئی اژدھے کو لشکر سے باہر نکالا اور بیچ میدان میں پہنچ کر ملکہ مہ رُخ اور اس کی فوج کو للکارنے لگی۔ "اے بد نصیب باغیو! تمہاری زندگی کے دِن پورے ہوئے۔ غضب کیا کہ تم نے میرے بیٹے کو ہلاک کیا۔ اب تم میں سے کسی کا زندہ بچنا محال ہے لیکن سب کو ایک ساتھ ہلاک کرنے

سے پہلے میں تمہیں موقع دیتی ہوں۔ جس میں ہمّت ہو سامنے آئے۔ مُقابلہ کر کے دل کی حسرت نکالے۔"

بہار جادُو سے اس کی یہ ڈینگ برداشت نہ ہو سکی۔ مہ رُخ سے اجازت لے کر وہ اپنا جادُوئی مور اُڑا کر اس کے سامنے آئی۔ صُورت نگار نے ایک ناریل جھولی سے نکال کر اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا: "اچھا! ملکہ حیرت کی چھوٹی بہن کو بھی یہ توفیق ہوئی کہ میرے مقابلے پر آئے۔"

ناریل ہوا میں پھٹا اور اس میں سے سینکڑوں تصویریں پرچھائیوں کی طرح کی نکل کہ بہار جادُو پر جھپٹ پڑیں۔ بہار جادُو نے جلدی سے اپنی موتیوں کی مالا آسمان میں اُچھال دی۔ مالا لمبی ہوتی ہوئی آسمان تک جا پہنچی۔ بہار جادُو پھُرتی کے ساتھ اس مالا پر چڑھتی چلی گئی۔ تصویر مالا کے اِرد گرد منڈلانے لگیں۔ بہار جادُو نے ایسا منتر پڑھ کر پھُونکا کہ ایک زبردست شُعلہ اُوپر سے گرا اور اُس نے دم کے دم میں ساری تصویروں کو جلا کر راکھ کر دیا۔

یہ دیکھ کر صُورت نگار نے کاغذ پر جلدی جلدی ایک تصویر بنائی اور اُسے لٹکی

ہوئی مالا کی طرف پھینک دیا۔ قریب پُہنچ کر تصویر کے مُنہ سے صد ہا
چنگاریاں نکل کر مالا کو جلانے لگیں۔ بہار جادُو نے توڑ کے کئی منتر پڑھے مگر
ایک بھی کار گر نہ ہوا۔ ساری مالا جل گئی اور بہار جادُو جو کہ اس میں لٹکی ہوئی
تھی نیچے گِر پڑی۔ اس کے زمین پر گرتے ہی وہ تصویر اس پر جھپٹ پڑی۔
بہار نے زمین پر لوٹ لگا کر اپنے سر کے کئی بال جلدی جلدی توڑ کر تصویر کی
طرف اُچھالے۔ آناً فاناً وہ بال زنجیریں بن کر تصویر کو لپٹ گئے اور اُسے بے
بس کر کے بہار کے سامنے لا پٹخا۔ بہار نے جادُوئی قینچی سے تصویر کی ٹکڑے
کر دیے۔

صُورت نگار چاہتی تھی کہ کوئی اور وار کرے مگر بہار جادُو نے اس سے پہلے
جھولی میں سے ایک گُل دستہ نکال کر اس کی طرف پھینک دیا۔ لا تعداد
سُنہری روپہلی پھُول گلدستے میں سے نکل کر صُورت نگار پر برسنے لگے۔
صُورت نگار ان پھولوں کی رنگا رنگی اور بھینی بھینی خُوشبو سے مست ہو کر
جھُومنے لگی۔ بہار کا جادُو اس پر اثر کرنے لگا اور وہ اس کی تعریف کرنے لگی۔

مگر زیادہ عرصہ نہ ہو پایا تھا کہ تراخے کی آواز کے ساتھ زمین پھٹی اور اس میں سے صُورت نگار کی محافظ طلِسمی پریاں نِکل آئیں۔ گلدستے سے برسنے والے پھُول چُنتے ہوئے اُنہوں نے صُورت نِگار کو آواز دی۔ "ملکہ! ہوش میں آ جایئے۔ آپ مُصوِّر جادُو کی بیگم ہیں۔ بہار جادُو آپ کی دُشمن ہے۔"

پریوں کے اِن الفاظ کے ساتھ ہی صُورت نگار پر سے بہار جادُو کے پھُولوں کا اثر جاتا رہا ہے۔ وہ اپنے آپے میں آ گئی اور شمشیر کھینچ کر بہار جادُو پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے بھی نیمچہ سونت لیا۔ دونوں کے درمیان خوفناک مُقابلہ شروع ہو گیا۔

صُورت نگار کے سرداروں نے جوش میں آ کر اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف سے مہ رُخ اپنی فوج لے کر آگے بڑھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں لشکر بپھری ہوئی طوفانی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

جادُوگر آگ اور پتھّر برساتے تھے۔ سپاہی تلواروں کے جوہر دکھاتے تھے۔

کہیں بہادرانہ للکار تھی۔ کہیں بے کسی کی چیخ پُکار۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ زمین خُون سے لال ہو رہی تھی۔ وہ شور تھا کہ آسمان کانپ رہا تھا۔ وہ دھما چوکڑی مچی تھی کہ زمین دہل رہی تھی۔

شام تک اسی طرح گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے جانیں لڑا دیں لیکن ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر اندھیرا ہونے پر دونوں لشکر جنگ مُلتوی کر کے اپنی اپنی چھاؤنی کو واپس ہوئے۔

صُورت نگار کو اس بات کا بڑا دُکھ تھا کہ بہار جادُو طلِسمی گلدستہ آج اس پر بھی اثر کر گیا۔ خیمے میں پہنچتے ہی وہ کاغذ اور طلِسمی قلم لے کر بیٹھ گئی اور دُشمن کو تباہ کرنے والی خاص قسم کی جادُوئی تصویریں بنانے لگی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ حیرت صرصر عیّارہ کے ساتھ اُس کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"شہنشاہ افراسیاب نے کوئی خاص مشورہ کرنے کے لیے مُجھے اِسی وقت بُلایا ہے۔ مہربانی کر کے میرے واپس آنے تک آپ جنگ موقوف رکھیں۔"

"اچھّی بات ہے۔" صُورت نگار نے جواب دیا۔

رُخصت ہوتے وقت حیرت نے صرصر سے کہا: ”تم یہاں رہ کر ملکہ صُورت نگار کی حفاظت کرنا۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ عیّار آکر کوئی حرکت کر جائیں؟“

صرصر نے چوکسی کا وعدہ کیا۔ ملکہ حیرت جادُو مطمئن ہو کر افراسیاب کے پاس گُنبدِ نُور کی طرف پرواز کر گئی۔

کچھ دیر بعد صرصر کو خیال ہوا کہ ممکن ہے آج دُشمن کے کئی عیّار ساتھ یا الگ الگ آئیں۔ مدد کے لیے مُجھے اپنی کسی شاگرد کو بھی بُلا لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک ہرکارے کو اپنی چھاؤنی میں بھیجا کہ جاکر صبا رفتار کو بُلا لائے۔

ہرکارے کو روانہ کر کے وہ اطمینان کے ساتھ ٹہلتے ہوئے بارگاہ کی نگرانی کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد اچانک اُس کی نگاہیں ایک فرّاش پر جم گئیں۔ وہ بارگاہ کے شمع دانوں میں لگی ہوئی موم بتّیاں درست کر رہا تھا۔ صرصر کو یقین ہو گیا کہ یہ عُمرو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

وہ صُورت نگاہ کے قریب جا پہنچی اور آہستہ سے اُس سے بولی۔ ”ملکہ صاحبہ! ہوشیار! عُمرو فرّاش کے بھیس میں یہاں موجود ہے۔“

صُورت نگار نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے گھورا۔ اُس نے سے نقلی فرّاش کی طرف اشارہ کیا۔ صُورت نگار نے کچھ پڑھا۔ جس جگہ فرّاش کھڑا تھا وہاں دو طِلسمی پُتلے زمین سے نکلے اور اُسے گھسیٹے ہوئے صورت نگار کے پاس لے آئے۔ وہ کڑک کر بولی:

"کیوں او عیّار! کیا تُجھے میری طاقت کا اندازہ نہ تھا جو یوں بے خوف چلا آیا۔ بول اب کیا سزا دوں؟"

عُمرو ڈرنے یا خوشامد کرنے کی بجائے ہنس پڑا اور بالا: "اچھا تو آپ بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھتی ہیں۔ آئینے میں کبھی اپنی شکل بھی دیکھی ہے۔ آپ اور مجھے سزا دیں گی۔ اپنے اِن پُتلوں کو الگ کر دیجیے۔ ورنہ میرا ابھی غصّہ بڑا خراب ہے۔ کوئی معمولی عیّار نہیں۔ عیّاروں کا عیّار عُمرو بن اُمیّہ نامدار ہوں۔ آپ جیسی جانے کتنی جادُو گرنیوں کو بغیر ٹکٹ عدم آباد پہنچا چکا ہوں۔"

صُورت نگار نے آگ بگولا ہو کر کُچھ کہنا چاہا مگر صرصر بول پڑی؟ "حضور! اس کو سزا دینے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ نہ اسے مُنہ ہی لگائیں۔ انتہائی گستاخ

اور بد زبان آدمی ہے۔ اسے تو شہنشاہ ہی ٹھیک کریں گے۔ اجازت دیجیے کہ میں اسے لے جا کر آپ کی جانب سے شہنشاہ کو پیش کروں۔" صُورت نِگار نے اسے اجازت دے دی اور صرصر عُمرو کو ہتھکڑی بیڑیاں پہنا کر لے چلی۔

اِتّفاق دیکھیے کہ جو ہرکارہ صبا رفتار کو بُلانے کے لیے صرصر نے بھیجا تھا اُس سے راستے میں برق فرنگی کی مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ برق ایک محافظ سردار کے بھیس میں تھا۔ اُس نے پوچھا تو ہرکارے نے بے دھڑک بتا دیا کہ فُلاں کے کہنے پر فُلاں کو بُلانے جا رہا ہوں۔ راستے میں خاصی آمد و رفت تھی۔ برق نے مجبوراً اُسے جانے دیا۔ تاہم ایک اوٹ میں جا کر اس نے جلدی جلدی صبا رفتار کا بھیس بھرا اور دوڑتا ہوا صُورت نِگار کے خیمے کی طرف چل دیا۔ اُدھر سے صرصر عُمرو کو لیے چلی آ رہی تھی۔ آمنے سامنے ہونے پر نقلی صبا رفتار نے جھُک کر اُسے سلام کیا اور کہنے لگی۔ "مبارک ہو۔ آفرین ہو۔ خوب گرفتار کیا عُمرو کو۔ مگر یہ پھنسا کیسے؟"

صرصر نے جواب دیا۔ "شامت اسے خود ہی گھسیٹ لائی تھی۔ اچھا ہوا تم مل

گئیں۔ اِسے گُنبدِ نُور لے جا کر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کر دو۔ میرا یہیں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ مُمکن ہے دوسرے عیّار بھی ملکہ صُورت نِگار کی فکر میں یہاں آ کر قسمت آزمائی کریں۔"

اس پر نقلی صبار فتار نے عُمرو کو ساتھ لیا اور گُنبد نُور کے راستے پر ہو لی۔ ایک محفوظ مُقام پر پہنچ کر اُس نے عُمرو کی ہتھکڑی کاٹ کر الگ کی اور ادب کے ساتھ کہنے لگی۔ "اُستاد! سلام قبول ہو۔ میں ہوں آپ کا شاگرد۔۔۔ برق فرنگی۔"

عُمرو بے حد خوش ہوا۔ برق کو ایک کھوٹا پیسا اِنعام میں دے کر رُخصت کیا اور خُود صبار فتار کا بھیس بنا کر صُورت نگار کے خیمے میں جا پُہنچا۔

صرصر نے دیکھا تو کہا۔ "صبار فتار تُجھے تو میں نے گُنبدِ نُور بھیجا تھا۔ اتنی جلدی عُمرو کو پہنچا کر واپس آ گئی؟"

عُمرو بولا: "نہیں اُستانی جی۔ میں تھوڑی ہی دُور گئی تھی کہ ایک پُتلا اُڑتا ہوا آیا اور عُمرو کر مُجھ سے لے کر پلٹ گیا۔ کہتا تھا شہنشاہ افراسیاب کا بھیجا ہوا

ہوں۔"

صرصر جانتی تھی کہ افراسیاب کتابِ سامری کے ذریعے جو بات چاہتا ہے معلوم کر لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پُتلا یا پنجہ بھیج کر بُلا لیتا ہے۔ اُسے نقلی صبا رفتار کی بات پر بالکل شُبہ نہ ہوا۔

سوال جواب سے بچنے کی خاطر عُمرو دردِ سر کا بہانہ بنا کر لیٹ رہا۔ صرصر پہلے کی طرح صُورت نِگار کی حفاظت کرنے لگی۔ اُدھر برق عُمرو سے الگ ہو کر چلا تو ایک مُقام پر اصلی صبا رفتار سے اُس کی مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ صبا رفتار نے اس پر بے ہوشی کے غُباروں کی برسات کر دی مگر برق صاف بچ کر نکل گیا۔ صبا رفتار اپنی راہ چل دی۔ لشکر گاہ کے کنارے برق اس کی گھات میں بیٹھا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچی، برق نے اوٹ سے نکل کر اُس پر کمند پھینکی۔ لیکن صبا رفتار بجلی کی طرح تڑپ کر کمند کے حملے سے نکل گئی اور کمان میں تیر جوڑ کر برق کے سینے کا نشانہ لیا لیکن گھبراہٹ میں تیر سینے کے بجائے اُس کے انگوٹھے میں لگا۔

اب وہ تلوار کھینچ کر صبا رفتار پر حملہ آور ہوا۔ صبا رفتار بھاگ کھڑی ہوئی۔ برق نے پیچھا کیا۔ وہ لشکر گاہ میں جا گھسی اور طرارے بھرتی بار گاہ میں جا پہنچی۔ صُورت نِگار اور صرصر دونوں اُسے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ ایک صبا رفتار پہلے ہی اُن کے قریب فرش پر سو رہی تھی۔ ان کا ماتھا ٹھنک گیا کہ یہ دوسری صبا رفتار کہاں سے آگئی۔

صرصر نے اُسے نقلی صبا رفتار سمجھتے ہوئے چالاکی سے کمند میں جکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اُس نے چلّا چلّا کر اپنے اصلی ہونے کے ثبوت پیش کیے۔

نقلی صبا رفتار یعنی عُمرو نے اندازہ کر لیا کہ اب خیر نہیں۔ وہ فرش پر دکھاوے کی نیند سو رہا تھا۔ خطرہ محسوس کرتے ہی وہ اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

صرصر اور صبا رفتار دونوں بلا کی طرح اُس کے پیچھے لگ گئیں۔ لشکر گاہ سے باہر نکلنے کے بعد عُمرو نے بھاگتے ہوئے اِن پر بے ہوشی کے غُبارے مارنے کرنے شروع کر دیے۔ مگر اُس ترکیب سے کہ غُبارے اُن سے آٹھ دس قدم آگے پھٹتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر دفعہ کچھ نہ کچھ بے ہوشی کا دُھواں اُن کے

پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتا۔ آخر کار دونوں عیّار نیں ایک کے بعد ایک بے ہوش ہو کر زمین ناپنے لگیں۔

کچھ دیر بعد جب عُمرو نے اُنہیں پیچھا کرتے نہ پایا تو سمجھ گیا کہ میدان صاف ہے۔ جلدی جلدی اُس نے صرصر کا بھیس بنایا اور چکّر لگا کر صُورت نِگار کے پاس جا پہنچا۔ صُورت نِگار نے پُوچھا۔ ”کیا عُمرو بچ کر نِکل گیا۔“

”جی نہیں۔“ نقلی صرصر نے جواب دیا۔ ”پکڑا تو وہ گیا ہے مگر عجیب عجیب تماشا دکھا رہا ہے جس جگہ باندھ کر ڈالا گیا ہے وہاں سے اُٹھائے نہیں اُٹھتا۔ کبھی اتنا موٹا ہو جاتا ہے کہ ناک نقشہ تو خیر ہاتھ پاؤں بھی نہیں دکھائی دیتے اور کبھی اتنا چوڑا ہو جاتا ہے کہ اُونچائی بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو اکیلی نہ چلیے۔ مُجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

یہ آخری بات عُمرو نے اُسے جوش دِلانے کے لیے کہی تھی اور وہ اِس میں کامیاب رہا۔ صُورت نِگار نے بڑے رُعب سے کہا۔ ”ایسے کتنے ہی شُعبدے میری چُٹکی میں ہیں۔ میں اکیلی ہی چلتی ہوں۔“

عُمرو صُورت نگار کو لشکر کے باہر لے گیا اور ایک جگہ موقع پا کر اُسے بے ہوش کر دیا۔ اِس کے بعد اُس نے وہاں ایک لمحہ ٹھہرنا بھی غیر مناسب جانا۔ صورت نِگار کو زنبیل میں ڈال کر نو دو گیارہ ہو گیا اور جب بہت دُور نکل گیا تو محفوظ جگہ رُک کر صُورت نگار کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن ایسی خوفناک آوازیں بلند ہوئیں کہ اُس کا دل کانپ گیا سمجھ گیا کہ یہ بہت بڑی ساحرہ ہے۔ میرے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے گی۔ مجبوراً اُسے زنبیل میں ڈال کر اپنے لشکر کی طرف چل دیا کہ وہیں پہنچ کر دُوسرے جادُوگروں کی مدد سے اسے جہنم رسید کروں گا۔

اُدھر صرصر کو بھی جلد ہی ہوش آ گیا۔ وہ جھنجھلاتی ہوئی واپس صُورت نِگار کی بارگاہ کو چل دی۔ عُمرو اسی کے بھیس میں صُورت نِگار کو لے کر چھاؤنی سے باہر گیا تھا۔ صُورت نِگار کی خواص نے جو اُسے تنہا آتے دیکھا تو حیرت سے کہا۔ "ملکہ صاحبہ کو کہاں چھوڑ آئی ہو؟"

صرصر نے کہا۔ "اے بُوا! کیوں بیوقوف بناتی ہو۔ میں تو انہیں یہیں چھوڑ کر

اُس موئے عُمرو عیّار کو پکڑنے گئی تھی۔"

خواص نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیوں جھوٹا بناتی ہو۔ تھوڑی دیر پہلے ہی تم اُنہیں یہاں سے اپنے ساتھ لے گئیں تھیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

صرصر کے پیروں کے نیچے سے زمین نِکل گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ میرے بھیس میں عُمرو ملکہ صُورت نِگار کو اُڑا لے گیا ہے۔

ملکہ حیرت افراسیاب کے پاس جانے سے پہلے سے صُورت نِگار کی حفاظت کرنے کی سخت تاکید کر گئی تھی۔ اپنی جانب سے اُس نے کوئی کوتاہی نہ برتی تھی۔ پھر بھی عُمرو صُورت نِگار کو لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ اس کے لیے کٹ مرنے کی بات تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ چاہے جان چلی جائے۔ یا تو صُورت نِگار کو واپس لاؤں گی یا اس کے بدلے میں ملکہ مہ رُخ کو اُٹھا لاؤں گی۔

خواص کو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بجلی کی طرح تڑپ کر دربار سے نکلی اور

آندھی کی طرح ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی میں جا پہنچی۔ ایک خدمت گار کے بہروپ میں بار گاہ کے اندر جا کر اس نے دربار کا جائزہ لیا۔

عُمرو اور برق اب تک وہاں نہ پہنچے تھے۔ صرصر یہ معلوم کر کے باہر آئی۔ ایک مُقام پر اوٹ میں ہو کر اس نے برق فرنگی کا بھیس بنایا اور تیزی سے چلتی ہوئی پھر دربار میں جا پہنچی۔

انمول تحفہ

مہ رُخ کے دربار میں عیّاروں کی بڑی عزّت تھی۔ خاص طور سے عُمرو کی بات اتنی اُونچی تھی کہ خُود ملکہ مہ رُخ بھی اس سے چُون وچرا کرنے کی ہمّت نہ کر سکتی تھی۔ صرصر اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھی۔

برق کے بھیس میں جیسے ہی وہ دربار میں پہنچی سب لوگ اس کی طرف مُتوجّہ ہو گئے۔ وہ سیدھی ملکہ مہ رُخ کے پاس گئی اور ان کے کان میں کہا۔ ”اُستاد چھاؤنی کے باہر ایک جگہ ہیں۔ کچھ ضُروری بات کرنے کے لیے آپ کو اسی وقت بُلایا ہے۔“

خواجہ عُمرو کا بُلاوا اور وہ بھی اُن کے شاگرد برق فرنگی کے ذریعے، ملکہ مہ رُخ

کیسے ٹال سکتی تھی۔ بغیر کُچھ پُوچھے گچھے اُٹھی اور اس کے ساتھ ہو لی۔ صرصر اُسے لشکر سے باہر لے گئی اور ایک مناسب مُقام پر دھوکے سے اُسے بے ہوش کر کے گھنی جھاڑیوں کے اندر ڈال دیا۔ اس کے بعد ملکہ مہ رُخ کا رُوپ دھار کر خُود بارگاہ میں آئی۔ کچھ دیر بعد اُس نے دربار برخواست کیا اور الگ تھلگ خیمے میں جا کر لیٹ رہی۔ البتہ خادموں اور کنیزوں سے یہ کہہ دیا کہ اگر خواجہ عُمرو آئیں تو میرے پاس بھیج دینا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عُمرو بھی آ پہنچا۔ ملازموں نے اُسے ملکہ کے خیمے کی طرف بھیج دیا۔ وہاں اُس نے مہ رُخ کو سوتا ہوا پایا۔ اسے حیرت زدہ کرنے کے خیال سے عُمرو نے صُورت نِگار کو زنبیل میں سے نکال کر فرش پر ڈال دیا اور نقلی مہ رُخ کو جگا کر بڑے فخر سے بولا:

”ملکہ صاحبہ اُٹھیے۔ دیکھیے۔ آپ کے لیے میں ایک انمول تحفہ لایا ہوں۔“

نقلی مہ رُخ جھُوٹ مُوٹ کی نیند سو رہی تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں عُمرو شک نہ کرے جمائیاں لیتے اور آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھی۔ اور

صُورت نگار پر نگاہ ڈالتے ہی خوشی سے بول اُٹھی۔ ”ارے! یہ تو سامری کے پوتے مُصوِّر جادُو کی بیوی اور شکل کَش جادُو کی ماں ہے۔ واقعی یہ انمول تحفہ ہے۔ لیکن یہ بڑی زبردست جادُوگرنی ہے۔ اسے مار کیوں نہ ڈالا۔“

عُمرو نے کہا میں نے کوشش کی تھی لیکن ایسی خوفناک آوازیں آئیں کہ ڈر گیا۔ اسے آپ ہی ہلاک کر سکتی ہیں۔ ابھی اسے ہوش آنے میں کچھ دیر اور لگے گی۔ اس سے پہلے ہی کام تمام کر دیجیے۔“

نقلی مہ رُخ یہ سُن کر ایک لمحہ کُچھ سوچتی رہی پھر چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ ”اچھی بات ہے۔ مگر ایسا کرو۔ میری خواب گاہ میں جاؤ اور تکیے کے نیچے ایک جھولی ملے گی۔ اس میں سامری کے کُچھ طلِسمی تحفے رکھے ہیں۔ جا کر لے آؤ۔ ان کے بغیر یہ ہلاک نہ ہو گی۔“

عُمرو کو بالکل بھی شک نہ ہوا۔ نقلی مہ رُخ اور صُورت نِگار کو خیمے میں تنہا چھوڑ کر وہ ملکہ مہ رُخ کی خواب گاہ کو چل دیا۔ اس کے باہر جاتے ہی صرصر نے صُورت نِگار کو پوٹلی میں لپیٹ کر اپنی پیٹھ پر باندھا اور خیمے سے نکل کر

چھلانگیں مارتی باہر کی طرف دوڑی۔

لشکر کے لوگوں نے غُل مچائے ہوئے اُس کا پیچھا کیا۔ یہ ہنگامہ سُن کر عُمرو بھی پلٹ پڑا۔ صرصر ہوا کی مانند سنسناتی ہوئی چھاؤنی سے باہر نِکل گئی۔ لیکن عُمرو اور لشکر کے سپاہیوں نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا۔

کھلے میدان میں پہنچ کر صرصر کو ڈر ہوا کہ کہیں پیچھا کرنے والے جادُوگر سحر کر کے اُسے بے بس نہ کر دیں۔ اس نے صُورت نِگار کو پیٹھ سے کھول کر ہوشیار کیا اور کہا:

"ملکہ! جلدی سے کُچھ کیجیے۔ دُشمن جادُوگر وار کرنے والے ہیں۔"

صُورت نِگار نے یہ سُنتے ہی پیچھا کرنے والوں کی طرف دیکھا۔ عُمرو اور ملکہ مہ رُخ کے بہت سے جادُوگر ان کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ وہ سارا معاملہ سمجھ گئی۔ جلدی سے اُس نے مُٹھّی بھر کر مٹّی اُٹھائی اور منتر پڑھنے لگی۔

عُمرو نے اپنے آدمیوں کو روکتے ہوئے کہا: ”سب لوگ چھُپ جاؤ۔ صُورت نِگار منتر پڑھ رہی ہے۔ اس کا توڑ تم سے نہ ہو سکے گا۔“

یہ سُنتے ہی پیچھا کرنے والے کچھ جادُو گر ہوا میں اُڑتے ہوئے تیزی سے واپس پلٹ گئے اور کچھ زمین میں ڈبکی لگا گئے۔ عُمرو بھی بھاگ کھڑا ہوا مگر چیخ چیخ کر کہتا گیا۔ ”اے صرصر! یاد رکھنا۔ اگر ملکہ مہ رُخ مجھے جیتی نہ ملی تو ہر گز تُجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

صرصر نے کچھ جواب نہ دیا۔ صُورت نگار نے دُشمنوں کو خوفزدہ ہو کر بھاگتے دیکھا تو مسکراتے ہوئے مٹّی پھینک دی، منتر پڑھنا بند کر دیا اور صرصر کو ساتھ لے کر اِطمینان کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

اُدھر عُمرو کچھ دیر تو اپنی چھاؤنی کی طرف بھاگا مگر پھر اِکبارگی پلٹ کر صُورت نِگار کی چھاؤنی کی طرف ہو لیا۔ دوڑ میں اس کا مُقابلہ کون کر سکتا تھا۔ صُورت نِگار اور صرصر کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ وہاں جا پہنچا اور ایک خدمت گار کو ترکیب سے بے ہوش کر کے بارگاہ میں اُس کی جگہ کام کرنے لگا۔

کُچھ دیر بعد صُورت نِگار اور صرصر بھی آ پہنچیں۔ وہاں جب صرصر نے بتایا کہ وہ مہ رُخ کو بے ہوش کر کے ایک جھاڑی میں چھُپا آئی ہے تو صُورت نِگار نے اُسے حکم دیا کہ جلدی سے جاؤ اور اُسے اُٹھا لا۔ صرصر اُلٹے پیروں واپس ہوئی۔ یہ بات عُمرو نے بھی سُن لی تھی۔ بارگاہ سے نِکل کر وہ بھی صرصر کے پیچھے ہو لیا۔ لشکر گاہ کے باہر پہنچنے پر عُمرو للکارا۔ ”ہوشیار ہو جا۔ آج تُو مجھ سے بچ کر نہ جانے پائے گی۔“

صرصر چونک کر پلٹی تو اس نے عُمرو کو اپنے سامنے پایا۔ عُمرو سے بارہا اُس کی مڈ بھیڑ ہو چکی تھی۔ کئی مُقابلوں میں وہ اُسے نیچا بھی دکھا چکی تھی لیکن آج اور اِس وقت عُمرو کے تیور دیکھ کر اُس کا دل کانپ گیا۔ مُقابلہ کرنے کی بجائے وہ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ عُمرو اُس کا پیچھا کرتے ہوئے کمند کے حلقے پھینکنے لگا۔ بالآخر ایک درخت کی اُوٹ میں چھُپنے کی کوشش کرتے ہوئے صرصر اُس کی کمند میں اُلجھ کر گر پڑی۔

عُمرو نے اُسے سنبھلنے کی مہلت نہ دی۔ جست لگا کر اُس کے سینے پر سوار ہو گیا اور خنجر نکال کر اُس کے حلق پر رکھتے ہوئے بولا۔ "جان کی خیر چاہتی ہے تو بتا ملکہ مہ رُخ کہاں ہے؟"

خُوف کے مارے صرصر کی گھگھّی بندھ گئی۔ زبان سے ایک لفظ ادا نہ کر سکی۔ عُمرو نے ایک اور ڈانٹ بتا کر چاہا کہ ایک تھپّڑ اس کے منہ پر مارے لیکن اِکبارگی اس کا سارا بدن سُن ہو کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے درخت کے اُوپر سے ایک رسّی گِری اور اُس نے عُمرو کو خود بخود بُری طرح جکڑ لیا۔ صرصر حیران ہو کر اُوپر دیکھنے لگی۔ اچانک پتّیوں کے چند گچھے حرکت کرتے نظر آئے۔ پھر کوئی دھم سے زمین پر آ رہا۔ اس شخص کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی صرصر کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور بے ساختہ اُس کے مُنہ سے نکلا۔ "ارے ناقوس جادُو! تم!"

وہ ملکہ حیرت کی فوج کا جادُوگر تھا۔ اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں میں۔ کہو کیسا پایا۔ اب تو مانتی ہو نا کہ جہاں عیّاری کام نہیں دیتی وہاں جادُو کام

کرتا ہے۔"

صرصر اس سے ہمیشہ عیّاری کی بڑائی جتایا کرتی تھی۔ اس چُٹکی پر تلملا کر رہ گئی۔ ناقوس جادُو نے ہنستے ہوئے عُمرو کو گٹھڑی میں باندھ کر پیٹھ پر لٹکایا اور صرصر سے رُخصت ہوتے ہوئے بولا۔ "اچھّا تم زیادہ شرمندہ نہ ہو۔ میں چلتا ہوں۔ اس عیّار کو سیدھا جا کر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اِنعام ملا تو دو چار آنے ضرور تُمھیں بخشش دوں گا۔ عیّاری کا اِتنا حق ضُرور بنتا ہے۔"

صرصر نے غُصّے سے اُس کا مُنہ چڑا دیا اور تنک کر بولی:

"بس رہنے دو۔ زیادہ ڈینگ نہ مارو۔ ایسا نہ ہو کوئی اور عیّار راستے میں مل جائے اور تمھاری ساری جادُوگری اُس کے سامنے دھری رہ جائے۔"

ناقوس جادُو ہنستا ہوا شہرِ ناپُرساں کی طرف چل دیا۔ صرصر نے اپنا راستہ لیا۔

اِتّفاق سے جنگل میں ایک مُقام پر مہتر قیران بیٹھا صُورت نِگار کے لشکر میں عیّاری کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ ایک سمت اچانک اُس کی نگاہ اُٹھی تو اُس نے

دیکھا کہ کوئی جادُوگر پیٹھ پر ایک گٹھڑی باندھے چلا آرہا ہے۔

مہتر قیران کے کان کھڑے ہو گئے۔ جلدی جلدی اُس نے خود بھی جادُوگروں جیسا بہروپ بنایا اور ایک درخت کی اُوٹ میں ہو کر آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ آنے والا وہی ناقوس جادُو تھا جیسے ہی وہ قریب آیا مہتر قیران نے اچانک سامنے آکر اُسے للکارا۔ ”تو کون بد نصیب ہے جو میرے علاقے میں بغیر اجازت کیسے آگیا؟“

ناقوس جادُو اس اچانک للکار پر سٹپٹا گیا۔ اُسے خیال ہوا کہ یہ علاقہ افراسیاب نے اِس جادُوگر سردار کو بخش دیا ہو گا۔ اُس نے جواب دیا۔ ”معاف کیجیے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ علاقہ کِس کا ہے۔ میرا نام ناقوس جادُو ہے۔ ملکہ حیرت کی فوج میں ہوں۔ عُمرو عیّار کو لے کر شہنشاہ کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اجازت ہو تو آپ کے علاقے سے ہو کر نِکل جاؤں۔“

مہتر قیران دہاڑا۔ ”خیر تُجھے تو میں معاف کرتا ہوں مگر یہ اپنے پیچھے تُو کِس کو لگا لایا ہے؟ میں ہر کس و ناکس کو اِجازت نہیں دے سکتا۔“

یہ بات ہر قیران نے کچھ اِس انداز سے کہی کہ ناقوس جادُو کو یقین ہو گیا کہ کوئی میرے پیچھے ضُرور ہے۔ اُس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا مگر دُور دُور تک کہیں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اُس نے چاہا کہ پلٹ کر اجنبی جادُوگر سے پوچھے۔ لیکن گردن گھُمانے سے پہلے ہی مہتر قیران نے بُغدہ نکال کر اس زور سے مارا کہ اُس کا سر کٹ کر دُور جاَگرا۔ پھر جُوں ہی اس کی موت کا اِعلان ہوا عُمرو کے جسم کی بے حسی اور وہ جادُوئی رسّی جس میں وہ جکڑا ہوا تھا، خُود بخود غائب ہو گئی۔

مہتر قیران نے گٹھڑی کی گانٹھیں کھول دیں اور اُستاد کو ادب سے سلام کیا۔ عُمرو نے خوش ہو کر ایک کھوٹا پیسا اُسے انعام میں دیا اور رُخصت ہو کر ملکہ مہ رُخ کی فکر میں چل دیا۔

اب صبا رفتار کا حال سُنیے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ صرصر کے ساتھ عُمرو کا پیچھا کرتے ہوئے اُس کے بے ہوشی کے غباروں سے وہ بھی بیہوش ہو گئی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد کُچھ دیر تو وہ جنگل میں اِدھر اُدھر عُمرو کو تلاش کرتی

رہی مگر جب وہ کہیں نہ دکھائی دیا تو ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف چل دی۔ یہ اُس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس جگہ جا پہنچی جہاں اُس سے کچھ دیر پہلے صرصر ملکہ مہ رُخ کو بے ہوش کر کے چھُپا گئی تھی۔ اُس نے ملکہ مہ رُخ کو چادر میں کس کر پیٹھ سے باندھا اور اُلٹے پیروں صُورت نِگار کی چھاؤنی کو چل دی۔ آدھا فاصلہ اُس نے بڑے آرام سے طے کر لیا۔ مگر اُس کے بعد اچانک برق فرنگی سے اُس کی مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں تلواریں کھینچ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عُمرو بھی اُدھر آ نکلا۔ اس موقع پر جیسے ہی صبا رفتار نے عُمرو کی طرف دیکھا، برق نے پھُرتی کے ساتھ بے ہوشی کا غبارہ نکال کر صبا رفتار کی ناک پر کھینچ مارا۔ صبا رفتار چھینک مار کر بے ہوش ہو گئی۔

عُمرو نے اُس کی پیٹھ سے ملکہ مہ رُخ کو کھولا اور ہوش میں لا کر کہا۔ "ملکہ صاحبہ! خُدا کا شکر ہے کہ ہم آپ کو کھو کر پھر پا گئے۔ اب چھاؤنی تشریف لے جایئے۔ لیکن آیندہ ذرا احتیاط سے کام لیجیے۔"

ملکہ مہ رُخ اپنی چھاؤنی کو چلی تو عُمرو نے برق کو مہ رُخ کی شکل کا بنا کر پوٹلی میں باندھا اور پیٹھ پر لاد کر صُورت نِگار کی چھاؤنی کو روانہ ہو گیا۔ لیکن اب وہ عُمرو کی بجائے صُورت، شکل اور لباس سے صبار فتار نظر آ رہا تھا۔

صُورت نِگار کے پاس پہنچ کر اُس نے برق کو بڑے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ لیجیے حضور! ملکہ مہ رُخ ہے۔ آج جان کی بازی لگا دینی پڑی ہے۔ انعام کی مستحق ہوں۔“

صُورت نِگار باغ باغ ہو گئی۔ نقلی صبار فتار کو اُس نے بُہت سا انعام دیا اور بولی۔ ”اِسے ستون سے باندھ کر ہوش میں لاؤ۔ میں آتی ہوں۔“

یہ کہہ کر سحر کی جھُولی لینے کے لیے اندرونی خیمے میں گئی تاکہ مہ رُخ سے مُناسب سلوک کر سکے۔ وہاں ایک کونے میں چند پُتلیاں رکھی تھیں۔ صُورت نِگار جھولی سنبھالنے لگی تو اُن میں سے ایک نے دُوسری سے کہا۔ ”بتاؤ ملکہ اس وقت کیوں اتنی خوش ہے؟“ دُوسری نے جواب دیا۔ ”اس لیے کہ صبار فتار، مہ رُخ کو گرفتار کر کے لائی ہے۔“ تیسری نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بالکل جھوٹ۔ بالکل جھوٹ۔" دُوسری نے بھنّاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تم ہی سچ بتا دو۔" تیسری پُتلی نے اُسے اور دوسری پُتلیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "بتا دوں؟" سب نے کہا۔ "ہاں۔" تین بار اِسی طرح سب سے اقرار کرا کے تیسری پُتلی نے کہا۔ "سچّی بات یہ ہے کہ نہ مہ رُخ ہے نہ صبا رفتار ہے۔ برق فرنگی ہے اور عُمرو عیّار ہے۔ دونوں بھیس بدل کر آئے ہیں۔ صُورت نِگار دھوکے کا شکار ہے۔"

یہ سُن کر صُورت نِگار چونک گئی۔ اُدھر عُمرو بھی خیمے سے کان لگائے ہوئے تھا۔ بھانڈا پھُوٹتا دیکھ کر فوراً اُس نے برق کو ستون سے کھول دیا اور صبا رفتار کی بجائے صرصر کا روپ دھار لیا۔ پھر جیسے ہی صُورت نِگار آتی دِکھائی دی، اُس نے برق کو بھاگ جانے کا اِشارہ کیا اور خود صرصر کی آواز میں چلّانے لگا:

"ملکہ! جلدی کیجیے عُمرو بھاگ گیا۔ اور اب برق بھی بھاگا جا رہا ہے۔"

صُورت نگار جوش میں آ کر برق پر جھپٹ پڑی۔ عُمرو بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے برق کا تعاقب کرنے لگے۔ لشکر گاہ سے باہر

نکلنے کے بعد عُمرو نے موقع پا کر صُورت نِگار کو بے ہوش کر دیا اور پھر بڑے اطمینان سے باندھ کر ملکہ مہ رُخ کے پاس لے گیا۔

"انمول تحفہ حاضر ہے۔" عُمرو نے صُورت نِگار کو مہ رُخ کے قدموں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آفرین ہو۔ بڑا کام کیا۔" مہ رُخ بولی۔ "لیکن اسے زیادہ دیر زندہ رکھنا مناسب نہیں۔ کہیں عیّار نیں پھر نہ لے اُڑیں۔ تیر اندازوں کو حکم دیجیے کہ میدان میں جمع ہوں اور اِسے نشانہ بنائیں۔"

حکم کے مطابق کارروائی ہونے لگی۔ تیر اندازوں کے دستے تیّار ہو ہر کر میدان میں جانے لگے۔ صُورت نِگار کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ سامنے تیر انداز صفیں جمانے لگے۔ دائیں بائیں لشکر کے سردار تماشا دیکھنے کے لیے درجہ بدرجہ جگہ سنبھالنے لگے۔ یہ خبر آناً فاناً ساری چھاؤنی میں مشہور ہو گئی۔

ناگن اور رعد کی رہائی

اب صرصر کا حال سُنیے۔ ناقوس جادُو نے اُسے عُمرو سے چھڑایا تھا جس کے بعد وہ بھاگم بھاگ اُن جھاڑیوں میں جا پُہنچی جہاں وہ مہ رُخ کو بے ہوش کر کے چھوڑ آئی تھی۔ چپّا چپّا کھنگالنے کے بعد بھی اُسے وہاں کچھ نہ ملا تو پہلے تو وہ جنگل میں اِدھر اُدھر تلاش کرتی رہی۔ اس کے بعد مایوس ہو کر مہ رُخ کی چھاؤنی کی جانب چل دی۔ اُس کا ارادہ مہ رُخ کی بارگاہ میں جانے کا تھا۔ لیکن راستے میں صُورت نِگار کی گرفتاری کی خبر سُن کر سیدھی اُس میدان میں جا پُہنچی جہاں اس پر تیر اندازی کرنے کی تیّاریاں کی جا رہی تھیں۔

صرصر نے دیکھا کہ صُورت نِگار ایک ستون سے بندھی ہوئی ہے اور بے

ہوش ہے۔ تیر اندازوں کی صفیں درست ہو چکی ہیں اور وہ حکم کے مُنتظر ہیں۔ ملکہ مہ رُخ عیّاروں اور اپنے جُملہ سرداروں کے ساتھ موجود ہے اور تیر اندازوں کو اِشارہ کیا ہی چاہتی ہے۔ اُس نے سوچا جان پر کھیلے بغیر صُورت نِگار کو بچانے کی کوئی ترکیب ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے لیے بھی اب وقت بہت تنگ ہے۔

آناً فاناً اُس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اِس وقت وہ ایک سپاہی کے بھیس میں تھی۔ اُس نے خنجر نکالا اور گھیرا توڑ کر صُورت نِگار کی طرف چیختے ہوئے دوڑ پڑی۔ "پہلا وار میں کروں گا۔ اِس نے میرے بھائی کو ہلاک کیا تھا۔"

میدان میں موجود سارے لوگ اس اچانک ہنگامے پر حیران ہو کر اُسے گھورنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ تیر اندازوں کو آخری اِشارہ کر چکی تھی مگر نقلی سپاہی کی طرف متوجّہ ہو جانے کی وجہ سے تیر انداز یہ اشارہ نہ دیکھ سکے۔ صرصر دیوانہ وار دوڑتی ہوئی صُورت نگار کے پاس جا پُہنچی۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ بس اب وہ اُس کے سینے میں خنجر بھونک دے گی لیکن اِس کے

بجائے اُس نے بجائے اُس نے بے ہوشی دُور کرنے والا عطر اُس کے چہرے پر چھڑک دیا۔ ساتھ ہی وہ رسی بھی کاٹ دی جس سے وہ بندھی ہوئی تھی۔

یہ سب کچھ اِتنی تیزی کے ساتھ ہو گیا کہ میدان میں موجود سارے لوگ اصل معاملہ نہ سمجھ سکے۔ اور ہوش میں آتے ہی صُورت نِگار کے کانوں میں صرصر کی یہ آواز گونجی۔ "ملکہ! جان بچایئے۔ ہم دونوں دُشمن کے نرغے میں ہیں۔"

صُورت نگار نے فوراً ہی ایک کنکری پر پھُونک کر مہ رُخ کو نشانہ بنایا۔ کنکری ایک فولادی گولہ بن کر مہ رُخ کی طرف لپکی۔ مہ رُخ کی نظر اس پر جا پڑی۔ گولے سے بچنے کے لیے اُس نے تخت سے چھلانگ لگائی اور زمین میں غرق ہونے لگی۔ صُورت نِگار یہ دیکھتے ہی اُڑ کر اُس کی طرف جھپٹی۔ اِسی عرصے میں شکیل جادُو نے ایک ناریل صُورت نِگار پر کھینچ مارا۔ صُورت نِگار کا پیر اُس سے زخمی ہو گیا۔ مہ رُخ زمین میں غرق ہو چکی تھی۔ لاچار وہ پلٹی اور صرصر کو پنجے میں داب کر اُڑ گئی۔

میدان میں موجود سارے سپاہیوں اور جادُوگروں نے زمین اور آسمان سے اُس پر تیروں، پتھروں اور آتشی اژدھوں کی برسات برسانی شروع کر دی مگر وہ اُن سب سے بچتی بچاتی اپنی چھاؤنی میں جا پہنچی۔

وہاں ملکہ حیرت اور شہنشاہ افراسیاب گُنبدِ نُور سے آئے ہوئے تھے۔ آداب و تعظیم کے بعد صُورت نِگار نے افراسیاب سے کہا۔ "ملکہ حیرت کے جانے کے بعد سے اب تک دو دن میں ان عیّاروں نے مجھے ناکوں چنے چبوا دیے۔ صرصر نہ بچاتی تو اب تک وہ مجھے ہلاک کر چکے ہوتے۔ کمبخت مِنٹوں میں شکل بدل لیتے ہیں اور ناکام ہونے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اِن بے غیرتوں کا کچھ انتظام کیجیے۔"

افراسیاب نے جواب دیا۔ "ملکہ! آپ نے ناحق باغیوں سے جنگ کر کے خود کو پریشانی میں ڈالا۔ آپ خداوند سامری کی بہو ہیں۔ یہ لوگ آپ کے مرتبے کے نہیں۔ اب اطمینان سے چھاؤنی میں رہ کر تماشا دیکھیے۔ باغیوں کی فکر نہ کیجیے۔ میں ان کا انتظام کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ فوراً گڑ گڑاہٹ کی آواز آئی۔ زمین شق ہوئی۔ ایک ساحر اُس سے نکلا اور افراسیاب کو سلام کر کے اُس کے سامنے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ افراسیاب اس سے مخاطب ہوا۔ "اے باراں جادُو۔ شہزادی خوبصُورت جادُو شکیل کے بہکائے میں آ کر باغیوں کے پاس چلی گئی ہے۔ اُسے گرفتار کر کے دریائے شور پر لے جاؤ۔ وہاں ایک ہنڈولا طِلسمی موجود ہے۔ وہاں اُسے قید کر کے واپس آؤ اور آ کر سارے باغیوں کو قتل یا گرفتار کر کے مابدولت کو اس کی اِطّلاع دو۔ سمجھ گئے۔"

باراں جادُو نے ادب سے کہا۔ "حضور کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

یہ جواب سُن کر افراسیاب صُورت نِگار اور ملکہ حیرت سے رُخصت ہوا اور اُڑن تخت پر بیٹھ کر باغِ سیب کی سمت روانہ ہو گیا۔ افراسیاب کے جانے کے بعد باراں جادُو نے اپنا لشکر طلب کیا۔ ملکہ حیرت نے ایک علیحدہ وسیع خطّے میں اُس کے لشکر کے ٹھہرنے کا اِنتظام کیا۔ اِن کاموں سے فارغ ہو کر باراں جادُو تنہا اُڑتا ہوا مہ رُخ کی بارگاہ میں جا پہنچا اور وہاں بھرے دربار میں ایک

کرسی پر بیٹھ کر مہ رُخ اور اُس کے سرداروں کو للکارتے ہوئے کہا:

"اے نمک حراموں! تم نے شہنشاہ سے بغاوت کر کے اپنے حق میں خُود کانٹے بوئے ہیں۔ اب بھی اپنے کیے پر پشیمان ہو تو تمہیں بادشاہ سے معافی دِلوا سکتا ہوں۔ ورنہ سمجھ لو کہ میں سزا دینے آ گیا ہوں۔ اب تمہارا کوئی ہُنر تمہارے کام نہ آئے گا۔"

اِس کی یہ بکواس سُن کر باقی سب خاموش بیٹھے رہے مگر عُمرو سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُس نے جھپٹ کر کمند کے پھندے باراں جادُو پر پھینکے۔ پھندوں نے اُسے جکڑ لیا لیکن وہ فوراً بادل بن کر ان کی گرفت سے نکل گیا اور پھر جو کڑک کر گِرا تو پلک جھپکتے میں شہزادی خوبصورت جادُو کو پکڑ کر اُڑ گیا۔ دربار میں موجود سارے ساحروں نے اُس پر بے تحاشا ناریل و تُرنج مارے مگر وہ بادل بن کر اُڑتا ہوا دریائے شور کی سمت تیزی سے روانہ ہو گیا۔

سب کو خوبصورت جادُو کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ لیکن شکیل جادُو کا حال ہی اور تھا۔ اُس نے بچّوں کی طرح زمین پر لوٹنا اور رونا چلانا شروع کر دیا۔

عُمرو نے بڑی مشکل سے تسلّیاں دے کر و واُسے خاموش کیا اور مہ رُخ سے پوچھا: ”ملکہ! یہ ساحر کیا جادُو کرتا ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟“

مہ رُخ نے کہا۔ ”خواجہ! یہ پانی برساتا ہے۔ جس پر اِس پانی کے قطرے پڑیں گے وہ درخت بن جائے گا۔ یہ ناگن بجلی اور رعد جادُو کا ماتحت تھا۔ اگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو ہرگز یہ مُقابلے پر نہ آتا۔ خُدا جانے وہ ماں بیٹے کہاں قید ہیں؟“

عُمرو نے تسلّی دیتے ہوئے کہا: ”میں اسی وقت ناگن بجلی اور رعد جادُو کی تلاش میں جاتا ہوں۔ اور وہ جہاں بھی ہوئے چھڑُا کر لاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر عُمرو وہاں سے چل دیا۔ جنگل میں پُہنچ کر اس نے سیٹی بجائی۔ اس کے سب عیّار شاگرد آکر اکٹھے ہو گئے۔ عُمرو نے اُنہیں رعد اور ناگن بجلی کا پتا چلانے کی سختی سے تاکید کی۔ سب نے وعدہ کیا اور اُنہیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے الگ الگ سمتوں میں روانہ ہو گئے۔ عُمرو نے بھی اپنی پسند کا راستہ اختیار کیا۔

اُدھر باراں جادُو افراسیاب کی ہدایت کے مطابق شہزادی خوبصُورت جادُو کو

دریائے شور کے لگے ہوئے ہنڈولے میں چھوڑ کر اپنے لشکر میں واپس آ گیا اور آتے ہی جنگ کی تیّاری شروع کر دی۔

باراں جادُو کے لشکر کے جنگی نقّارے سُن کر ملکہ مہ رُخ کی اپنے لشکر کو تیّاری کا حکم دے دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آ کر صف بستہ ہو گئیں۔ باراں جادُو کی فوج سے ایک کے بعد ایک کئی سُورما میدان میں آئے اور جوڑ طلب کیا۔ مگر سب مہ رُخ کے سرداروں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس پر باراں جادُو کو سخت غصّہ آیا۔ لشکر سے نکل کر وہ خُود میدان میں آ ڈٹا اور اپنا خاص منتر پڑھ کر آسمان کی طرف زور سے پھُونک ماری۔

دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑوں کی جانب سے کالی گھٹا آئی اور مہ رُخ کی فوج کے اُوپر چھا گئی۔ بوندیں پڑنے لگیں۔ مہ رُخ اور دوسرے بڑے بڑے جادُوگر سرداروں اور ساحرِ شہزادیوں نے ان بوندوں سے بچنے کے لیے طلِسمی چھتریاں تان لیں لیکن سپاہیوں اور چھوٹے جادُوگروں میں کُہرام مچ گیا۔

جس شخص پر بھی وہ بوندیں پڑتیں، دیکھتے ہی دیکھتے درخت بن جاتا۔

یہ حال دیکھ کر بہار جادُو گُل دستہ لے کر غصّے کے ساتھ باراں کے لشکر کی طرف بڑھی۔ باراں جانتا تھا کہ اگر بہار نے گُلدستہ پھینک دیا تو وہ اور اس کی فوج سب دیوانے ہو کر بہار جادُو کے گُن گانے لگیں گے۔ اس کے پاس جمشید کے قبر کی مٹّی تھی۔

بہار کو آگے بڑھتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور چکّر کاٹ کر پیچھے سے اُس پر جمشید کی قبر کی مٹّی چھڑک دی۔ گُلدستہ مُرجھا گیا اور بہار جادُو بے ہوش ہو کر زمین پر ِگر پڑی۔ باراں نے جوش میں آ کر پر اپنا خاص منتر پڑھ کر ابر کی طرف پھُونکا اور تین بار زور زور سے تالی بجائی۔ پلک جھپکتے میں بوندا باندی موسلا دھار بارش میں بدل گئی۔ مہ رُخ کی جو فوج اس بارش کی زد میں آئی درختوں کا جنگل بن گئی۔ جو باقی بچی میدانِ جنگ سے بے تحاشا بھاگ کھڑی ہوئی۔

کچھ دیر بعد باراں جادُو فتح کے نقّارے بجاتا ہوا اپنی چھاؤنی میں واپس ہوا اور

فوج کو جشن منانے کا حکم دے کر عیّاروں کے ڈر سے دریائے خونِ رواں کے قریب ایک طلِسمی تالاب بنا کر اُس کے اندر چھُپ رہا۔

عُمرو اور اُس کے شاگرد رعد اور ناگن کو تلاش کرنے کے لیے روانہ ہو چُکے تھے لیکن جب اُنہوں نے باراں جادُو کی لڑائی اور اپنے لشکر کی تباہی دیکھی تو اِرادہ مُلتوی کر کے باراں کو ٹھکانے لگانے کے لیے پلٹ پڑے۔

اِتّفاق سے افراسیاب نے کتابِ سامری میں مہ رُخ اور باراں جادُو کا حال معلوم کیا۔ اُسے پتا چل گیا کہ مہ رُخ تمام سرداروں اور تین چوتھائی فوج کے ساتھ درخت بن چکی ہے اور فتح حاصل کر کے باراں جادُو دریائے خونِ رواں کے قریب طلِسمی تالاب میں آرام کر رہا ہے۔ افراسیاب نے خوش ہو کر ایک خط باراں جادُو کے نام لکھا اور ایک پنجے کو اِشارہ کیا کہ خط اُسے پہنچا دے۔

پنجے نے تھوڑی ہی دیر میں خط باراں جادُو کو پہنچا دیا۔ اس میں لکھا تھا۔ ”جن باغیوں کو تم نے درخت بنا دیا ہے اُن سب کو میدانِ جنگ سے دریائے خُونِ رواں کے کنارے لا کر اکٹھا کر دو۔ عُمرو اُنہیں چھُڑانے کے لیے وہاں ضرور

آئے گا اور میں کچھ ایسا کروں گا کہ وہ بھی قابو میں آجائے۔ ایک بار میں نے اُسے گرفتار کرنے کے بعد خداوند لقا کے وزیر بختیارک شیطان کو دعوت دی تھی کہ وہ اُسے سزا دے مگر اُس میں مجھے شرمندگی اُٹھانی پڑی تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اِس ترکیب سے عُمرو کو پھانس کر اور بختیارک کے حوالے کر کے یہ شرمندگی دُور کروں۔ پس تم سارے باغیوں کو فوراً لا کر دریائے خونِ رواں کے کنارے جمع کر دو۔"

خط کا مضمون پڑھتے ہی باراں جادُو تالاب کے باہر آیا۔ عین اُسی وقت ضرغام شیر دِل اُس کا پتا لگاتا ہوا تالاب کے کنارے آ پہنچا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ضرغام کے لیے اِس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ باراں کے جادُو کرنے سے پہلے اُسے بے ہوش کر دے۔ اور ایسا کرنے کے لیے اُس نے انتہائی پھُرتی سے کام لے کر جھولی سے بے ہوشی کا غُبارہ بھی نکال لیا تھا۔ لیکن اِس سے پہلے کہ وہ غُبارہ پھینکتا، باراں نے منتر پڑھ کر اُسے بے حِس کر دیا۔ ضرغام اپنی اِس بے بسی پر

دل ہی دل میں تلملاتا رہ گیا اور باراں اُسے باندھ کر لشکر گاہ تک گھسیٹتا لے گیا۔

چھاؤنی میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے لشکر کو باغیوں کا اُگا ہوا جنگل اُکھاڑنے کا حکم دیا۔ یہ کام ہو گیا تو اُنہیں چھکڑوں میں لدوا کر دریائے خونِ رواں کے کنارے پہنچا دیا۔ پھر ضرغام کو بھی اُن میں شامل کر کے اُن کے چاروں طرف اپنی فوج کے بھی ڈیرے ڈلوا دیے۔ اِس اثنا میں جان سوز بن مہتر قیران ایک جادُوگر کے بھیس میں اُس کی بارگاہ کے مجمع میں شامل ہو گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کرتا باراں نے اُسے پہچان کر منتر کے زور سے بے حس کر دیا۔ اُس کو بھی باندھ کر وہیں پہنچا دیا گیا جاں ضرغام تھا۔ اور دوسرے لوگ بھی درخت بنے زمین پر پڑے تھے۔

قیدیوں کی نگرانی کے انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد باراں جادُو نے افراسیاب کو ایک خط کے ذریعے حکم پورا کرنے کی اِطّلاع بھجوا دی۔

افراسیاب نے یہ خط پڑھتے ہی خُمار جادُو کو طلب کیا اور اس سے کہا۔ ”بی خُمار

جادُو! خداوندِ سامری کی عنایت سے دو عیّار اور سارے باغی گرفتار ہو چُکے ہیں۔ عُمرو سمیت اب صرف تین عیّار باقی بچے ہیں۔ عُمرو کے سبب ایک بار تمہاری اور میری خُداوند کے حضور بڑی کِچّی ہو چکی ہے۔ اگر تم جا کر عُمرو کو گرفتار کر لاؤ تو میری اور تمہاری دونوں کی ندامت جاتی رہے۔ دریائے خونِ رواں کے کنارے وہ اُس جگہ ضرور آئے گا جہاں اُس کے لوگ باراں جادُو کی قید میں ہیں۔ بہتر ہے کہ تم اُسے وہیں تلاش کر کے گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔"

افراسیاب کے ان الفاظ نے خمار جادُو کے جذبۂ انتقام کو بھڑکا دیا۔ وہ اُس سے رُخصت ہو کر عُمرو کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد افراسیاب نے اُس کی بہن ملکہ مخمُور سُرخ چشم کو بھی اس مہم پر روانہ کر دیا۔

خُمار جادُو نے دریائے خُونِ رواں کے پار پُہنچ کر ہر طرف عُمرو کو تلاش کیا لیکن وہ اُسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ تھک ہار کر وہ باراں جادُو کی بار گاہ میں پہنچی۔

باراں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ کچھ دیر آرام کر کے خُمار جادُو نے اس سے کہا کہ مُجھے ایک صندل کی چوکی منگوا دو۔ اُس پر بیٹھ کر میں ایسے منتر پڑھوں گی کہ عُمرو جہاں بھی ہو گا سیدھا بار گاہ میں آ جائے گا۔

اِتّفاق سے اُسی وقت عُمرو بار گاہ کے ایک چوب دار کو بے ہوش کر کے اُس کی جگہ دروازے پر آ موجود ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد جب باراں کا ایک خادم صندل کی چوکی لے کر بار گاہ میں جانے لگا تو عُمرو بھی عیّاری کی چادر اُوڑھ کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اور جب خُمار جادُو اُس پر بیٹھ کر عُمرو کی طلبی کا منتر پڑھنے لگی تو عُمرو اُسی حالت میں اُس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

خُمار جادُو منتر پڑھ کر بار بار چاروں طرف نِگاہ دوڑاتی لیکن عُمرو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ نظر نہ آتا تھا۔ چونکہ وہ منتر عُمرو کو صرف بار گاہ میں لانے کے لیے پڑھا گیا تھا اور اگر وہاں موجود تھا اِس لیے اُس پر کوئی دوسرا اثر نہ ہو سکا۔

باراں جادُو نے خُمار جادُو کی ناکامی پر کئی فقرے چُست کیے۔ مجبور ہو کر وہ چوکی سے اُتر آئی اور منتر پڑھنا بند کر دیا۔ عُمرو بھی اُس کی شرمندگی پر

مُسکراتا ہوا چُپ چاپ وہاں سے کھسک گیا اور چھاؤنی کے باہر جا کر ایک آرام دہ جگہ پر چادر اُتار کر آیندہ کے منصوبے بنانے لگا۔

اُدھر وہ چوب دار جسے عُمرو نے بے ہوش کر کے اُس کا بہروپ بھرا تھا، ہوش میں آ کر روتا پیٹتا باراں جادُو کی خدمت میں پہنچا۔ عُمرو اُس کی جیب صاف کر گیا تھا۔ باراں سمجھ گیا کہ یہ عُمرو ہی کا کام تھا۔ اُس نے خُمار جادُو سے کہا۔ ''آپ کے منتر میں ضُرور کوئی کمی رہ گئی تھی۔ ورنہ عُمرو ضرور آ جاتا۔ چوب دار کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہماری چھاؤنی میں یا اِرد گرد کہیں موجود ہے۔ آپ کو کوئی اور اچھّا منتر نہیں آتا؟''

خُمار جادُو تلملا گئی۔ جوش میں آ کر کہا۔ ''اگر واقعی عُمرو یہاں آس پاس کہیں ہے تو اب مُجھ سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ پہلا منتر کارگر نہ ہوا تو کوئی بات نہیں۔ میں ایسے ایسے ہزار منتر جانتی ہوں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجیے۔''

یہ کہہ کر خُمار جادُو آنکھیں بند کر کے کُچھ بُدبُداتی رہی۔ اس کے بعد آنکھیں کھول کر تین بار تالی بجائی۔

دیکھتے ہی دیکھتے دھویں کا ایک بگولا چکّر کھاتا ہوا آسمان سے اُترا اور اس کے سامنے آ کر ناچنے لگا۔ خُمار جادُو نے رُعب دار آواز سے کہا: "اے طلسمی دھوئیں! جہاں بھی عُمرو ملے، اُسے گھیر کر لے آ۔ خبر دار ناکام واپس نہ آنا۔"

یہ حکم سُنتے ہی بگولا چکر کھاتا ہوا آسمان کی طرف اُٹھا اور ایک سمت جا کر نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

عُمرو اپنی جگہ بالکل بے فکر تھا لیکن زیادہ دیر نہ گُزری تھی کہ ایک زور دار سنسناہٹ کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ اُوپر نگاہ اُٹھاتے ہی اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دھویں کا بگولا اُس کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے چاہا کہ عیّاری کی چادر اُوڑھ کر غائب ہو جائے لیکن اِس سے پہلے ہی بگولے نے اُسے دبوچ لیا اور تنکے کی مانند چکّر دیتا ہوا خُمار جادُو کے پاس لے چلا۔ عُمرو ان زور دار چکّروں کی تاب نہ لا سکا۔ چند ہی لمحوں میں بے ہوش ہو گیا۔

اُدھر باراں جادُو خُمار پر طنز کر کے خُوش ہو رہا تھا کہ دھوئیں کا بگولا بے ہوش عُمرو کو لیے آ پہنچا۔ خُمار نے بگولے کو رُخصت کر کے فخر کے ساتھ باراں سے

کہا۔ ”دیکھا! میرا منتر کام کر گیا نا۔ بڑی باتیں بنا رہے تھے۔ بولو اب کیا کہتے ہو؟“

باراں بے حد شرمندہ ہوا۔ بولا۔ ”واقعی آپ زبردست جادُوگر ہیں۔ اپنے کہے کی معافی چاہتا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آج آپ یہیں رہیں۔ آپ کی اِس کامیابی پر چاہتا ہوں کہ شاندار جشن منایا جائے۔“

خُمار جادُو نے عُمرو کو ایک چادر میں باندھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ اب میں فوراً شہنشاہ کی خدمت میں جاتی ہوں۔ شاید مجھے ان کی جانب سے بختیارک کو بُلانے کے لیے بھی جانا پڑے۔ شہنشاہ عُمرو کو اِسی کے ہاتھوں سزا دِلوانا چاہتے ہیں۔“ یہ کہہ کر خُمار جادُو عُمرو کو لاد کر باغِ سیب کی طرف روانہ ہوئی۔

چھاؤنی کی دوسری جانب جنگل میں صرصر اپنی دو شاگرد عیّار نوں صبا رفتار اور تیز نگاہ کے ساتھ چوکسی کر رہیں تھی۔ اِتّفاقاً برق فرنگی باراں جادُو کی فکر میں اُدھر چلا آ رہا تھا۔ اِن تینوں سے اُس کی مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ برق نے چاہا کہ اُنہیں

جُل دے کر بھاگ نِکلے مگر اُنہوں نے گھیرے میں لے کر اُسے کسی طرف سے نکلنے نہ دیا۔ ہر طرف سے اُس پر کمندوں کے پھندے پڑنے لگے۔ اُس نے تلوار نکال کر جوابی حملے شروع کر دیے۔ لڑائی کو طویل ہوتے دیکھ کر صرصر نے بے ہوشی کے غُبارے برق پر مارنے شروع کیے۔ دیکھا دیکھی دوسری عیّارنوں نے بھی یہی کیا۔ برق نے کوئی بھی غُبارہ اپنے مُنہ پر نہ پڑنے دیا۔ لیکن آخر کار اِرد گرد پھٹنے والے غُباروں کے اثر سے اُس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ اس کی بچاؤ کی جدوجہد سُست پڑ گئی۔ اِسی حالت میں ایک غُبارہ عین اُس کی ناک کے سامنے پھٹا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

تینوں اُسے باندھ کر باراں جادُو کے پاس لے چلیں۔ لیکن ابھی اُنہوں نے چند ہی قدم فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک پنجہ آسمان سے گرا اور ان سب کو اُٹھا کر لے گیا۔ اِس اچانک صدمے سے تینوں بے ہوش ہو گئیں۔ پھر جو اُن کی آنکھ کھلی تو اُنہوں نے خُود کو صُورت نِگار کے سامنے پایا۔ صُورت نِگار نے مُسکراتے ہوئے صرصر سے کہا۔ ”تم نے کئی دفعہ مجھے دُشمن کے عیّاروں سے

بچایا تھا۔ میرا دل تُمھیں دیکھنے کو چاہ رہا تھا۔ اِسی لیے میں نے تُمھیں پنجے کے ذریعے اُٹھوا منگوایا ہے۔"

صرصر نے کہا۔ "اس محبت اور قدر دانی کا شکریہ۔ لیکن اگر اِسی طرح ہمیں منگواتی رہیں تو پھر ہم اپنا کام تو کر چکے۔ براہِ کرم آیندہ ایسا نہ کیجیے۔ ہم اُس عیّار برق فرنگی کو باراں کے پاس لیے جاتے تھے۔ اب پھر اِتنی دُور لاد کر لے جانا پڑے گا۔"

صُورت نِگار نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اِسے ایسی جگہ قید کر دوں گی کہ نہ خود بھاگ سکے گا نہ اِس کا کوئی مددگار اِسے چھڑا سکے گا۔ البتہ شہنشاہ یا ملکہ جب بھی حکم دیں گی حاضر کر دیا جائے گا۔ بولو! اب تو خوش ہو؟"

تینوں عیّاریوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ صُورت نِگار نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ منحوس جادُو ہوا میں اُڑتا ہوا آیا اور اُسے سلام کر کے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ صُورت نگار نے برق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اُس سے کہا۔ "منحوس

جادُو! اِس عیّار کو اُسی گنبد میں لے جا کر قید کر دے جن میں ناگن اور رعد قید ہیں۔ خبر دار! ہوشیاری سے حفاظت کرنا۔"

منحوس جادُو نے سر جھُکا کر اِقرار کیا اور برق کو لے کر اُڑتا ہوا واپس چلا گیا۔

اِتّفاق سے مہتر قیران اس وقت صُورت نِگار کی چھاؤنی کے قریب صحرا میں تھا۔ منحوس جادُو کو اُڑ کر صُورت نِگار کی بار گاہ کی طرف جاتے ہوئے اُس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ جادُو گر کون ہے اور کِس لیے اِدھر گیا ہے۔ ابھی اِس بارے میں وہ کوئی رائے قائم نہ کر پایا تھا کہ وہی جادُو گر اُسے وہاں سے واپس ہوتا دکھائی دیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ جاتے وقت وہ خالی ہاتھ تھا مگر اِس بار اُس کے ہاتھوں میں ایک گٹھڑی لٹک رہی تھی۔ قیران کا ماتھا ٹھنک گیا۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اُس سمت دوڑنے لگا جس سمت کہ اُسے وہ جادُو گر اُڑ کر جاتا دکھائی دیا تھا۔

بہت دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد اُسے دُور ایک اُونچا گُنبد بنا ہوا نظر آیا۔ اُس کا دل کہہ اُٹھا کہ یہ جادُو گر اُسی گنبد میں جائے گا۔ احتیاطاً اُس نے اپنی

رفتار کم کر دی۔ اُس کا خیال صحیح نکلا۔ جادُوگر اُڑتا ہوا اُسی گُنبد میں داخل ہو گیا۔ مہتر قیران نے غور سے دیکھا۔ گُنبد ایک ایسے ٹھوس مینار کے اُوپر بنا ہوا تھا کہ جس تک پہنچنے کے لیے نیچے سے کوئی زینہ نہ تھا۔ مہتر قیران کو یقین ہو گیا کہ اِس گُنبد میں ضرور ہمارے کچھ آدمی قید ہیں۔ اور یہ جادُوگر اُن کی نگرانی پر مامور ہے۔ اب اس کے سامنے دو ہی باتیں تھیں۔ یا تو گُنبد کے اندر جا پہنچے یا نگراں جادُوگر کو کِسی ترکیب سے بُلا کر اُس کا کام تمام کر دے۔

گُنبد میں اُڑ کر پہنچنا اُس کے لیے ناممکن تھا۔ کامیابی کا دارو مدار صرف اِس بات پر تھا کہ وہ جادُوگر پر قابو حاصل کرے۔ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اُس نے ایک میلی کچیلی بے ڈھنگی لنگوٹی باندھ کر سارے کپڑے اُتار دیے، بال بکھیر لیے، سارے بدن پر کیچڑ اور مٹّی لگائی، مٹّی کا ایک ڈھیلا اُٹھا کر ہاتھ میں لیا اور اُسے کھاتا دیوانوں کی طرح بڑبڑاتا گُنبد کے نیچے جا پہنچا۔

منحوس جادُو کی جو اس پر نگاہ پڑی تو وہ اسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ قیران کہہ رہا تھا۔ ”یہ گُنبد میرے پوتے کے دادا کا ہے۔ اُوپر کبُوتر بیٹھا ہرن کھا رہا ہے۔

ہرن کی دُم پر اُونٹ بیٹھا ہے۔ ہاتھی کو نیچے بھیجو۔ میرا گھوڑا بھُوکا ہے۔"

منحوس جادُو کے دل میں آئی کہ اِس پاگل کو چھیڑ کر اِس کی باتوں سے اور مزہ لیا جائے۔ فُرصت میں آدمی اِسی طرح کی واہیات باتوں سے دِل بہلانے کی کوشش کرتا ہے۔

منحوس جادُو اُڑ کر قیران کے پاس پہنچا اور اُسے مٹّی کا ڈھیلا کھاتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ دِل میں سوچنے لگا کہ یہ تو کوئی با کرامت فقیر ہے۔ پاگل نہیں۔ بڑی عقیدت کے ساتھ کہنے لگا۔ "حضُور! میں بہت دُکھیا ہوں۔ اولاد نہیں ہوتی۔ عنایت کیجیے۔ ہر خدمت کے لیے تیّار ہوں۔"

قیران نے اُس کا مُنہ چڑا دیا اور دوسری طرف پلٹ کر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "کتّے کی آنکھ میں گلہری نے انڈا کیوں دیا۔ پہاڑوں کا گوشت کھا کھا کے کنکھجورا دُبلا ہو گیا ہے۔ اولاد کا بھاؤ مہنگا کیوں نہ ہو گا۔"

آخری جُملے سے منحوس جادُو کو آس بندھی۔ دوڑ کر قیران کے پاؤں پکڑ

لیے۔ قیران نے بڑبڑاتے ہوئے اُس کی ناک توڑ دی مگر اُس نے پیر نہ چھوڑے۔ بالآخر قیران نے جھولی سے ایک امرود نِکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"اُلّو کی دُھن میں مور ناچتا ہے۔ لنگور لنگڑا ہو گیا ہے۔ اولاد کی دُم میں نمدا کھا لے۔"

منحوس جادُو سمجھا کہ درویش امرود کھانے کے لئے دے رہا ہے۔ اِس کی برکت سے اولاد ہو جائے گی۔ قیران کے ہاتھ سے امرود لے کر وہ جلدی جلدی کھا گیا۔ وہ امرود عرقِ بے ہوشی میں بسا ہوا تھا۔ جلد ہی اُسے اپنا سر گھُومتا ہوا محسوس ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے قیران کے پیروں پر گر پڑا۔

قیران نے فوراً قریب پڑا ہوا ایک بڑا پتھر اُٹھایا اور پوری قوّت سے منحوس جادُو کے سر پر دے مارا۔ منحوس کی کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ کچھ دیر آندھیاں چلتی رہیں۔ اس کے بعد منحوس جادُو کے مارے جانے کی آواز بُلند

ہوئی۔ اسی وقت وہ گُنبد دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ قیران نے دیکھا تو اپنے سامنے ناگن بجلی، رعد جادُو اور برق فرنگی کو فرش پر بے ہوش پڑا پایا۔ خُوش ہو کر اس نے تینوں کو ہوشیار کیا اور سارا ماجرا باراں کی جادُو گری اور اپنے لشکر کی تباہی و گرفتاری کا ان سے بیان کیا۔

رعد کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا اور ناگن بجلی جوش میں آ کر کہنے لگی:

"اس نامُراد باراں جادُو کو بھی یہ ہمّت ہوئی کہ ہمارے دوستوں پر ہاتھ صاف کرے۔ اگر ہم لوگ قید نہ ہوتے تو نہ افراسیاب اُسے ہمارے مقابلے پر بھیجتا اور نہ وہ خُود سامنے آنے کی جرأت کرتا۔ خیر، اب جلد چلو۔ ایسا نہ ہو ہمارے ساتھیوں پر کوئی اور مصیبت آ پڑے۔" اس پر سب باراں جادُو کی چھاؤنی کی طرف دوڑ پڑے۔

بھگدڑ

اُدھر افراسیاب نے کتاب سامری میں خُمار جادُو اور عُمرو کا حال دریافت کیا۔ جب اُسے پتا چلا کہ خُمار عُمرو کو گرفتار کر کے اُس کے پاس پہنچنے کے لیے روانہ ہو چکی ہے تو اُس نے فوراً باراں جادُو کو لکھ بھیجا کہ سارے گرفتار باغیوں کو دریائے خُونِ رواں کے طلِسم باطن والے کنارے کی طرف مُنتقل کر دو تا کہ اُنہیں سزا دینے کا مناسب انتظام کیا جا سکے۔

باراں جادُو نے یہ حکم پہنچتے ہی جادُوئی کشتیاں تیار کیں اور ان پر قیدیوں کو جو درخت بنے ہوئے تھے، رکھوا کر پار پہنچانے لا حکم دیا گیا اور اس کے بعد سرداروں اور دوسرے درجے کے لوگوں کو۔

لیکن ابھی مہ رُخ اور بہار ہی اُس پار پُہنچ پائے تھے کہ ناگن بجلی کڑ کڑاتی ہوئی وہاں آ پہنچی۔ رعد بھی اُس کے ساتھ چیختا چنگھاڑتا چلا آ رہا تھا۔ باراں جادُو نے جُوں ہی ان دونوں کی آوازیں سُنیں اس کا مُنہ فق ہو گیا۔ مُقابلے کی سکت نہ پا کر وہ ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا۔

رعد جادُو یہ دیکھتے ہی زمین میں غرق ہوا۔ اندر ہی اندر ہو کر باراں سے صرف چند قدم پیچھے پہنچ کر اُوپر آیا اور اس زور سے دہاڑا کہ باراں جادُو کا بھیجا پلپلا ہو گیا اور وہ دھڑام سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اسی لمحے ناگن بجلی زمین پر لوٹ کر بجلی بنی اور اُوپر اُڑ کر اس زور سے باراں کے اُوپر ِگری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ بس اِدھر اس کے مرنے کا شور بُلند ہوا اور اُدھر مہ رُخ سمیت وہ سارے لوگ جو باراں کے جادُو سے درخت بن گئے تھے اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔

اب جو اُنھوں نے اپنے ارد گرد باراں جادُو کے سپاہیوں اور جادُو گروں کو دیکھا تو نعرے لگاتے ہوئے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو

گی۔ نارنج تُرنج اُچھلنے لگے۔ آتشیں اژدھے، گولے اور پتھّر برسنے لگے۔ تلواریں چلنے لگیں۔ اتنی زبردست خونریزی ہوئی کہ زمین لال ہو گئی۔ جگہ جگہ انسانی اعضا اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہ رُخ اور بہار طلِسم باطن کے کنارے لڑ رہی تھیں۔ اُن کے مُقابلے میں باراں جادُو کے نامور سرداروں کا ایک گروہ تھا۔ بہار گُلدستوں پر گُلدستے پھینک رہی تھی۔ مہ رُخ نارنج پر نارنج چلا رہی تھی مگر نُقصان اُٹھانے کے باوجود دُشمن بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ طلِسم باطن کی حدود میں ہونے کی وجہ سے اُن کے حوصلے بہت بُلند تھے۔ اس کے مُقابلے میں مہ رُخ اور بہار پریشان تھیں۔ اُنہیں ڈر تھا کہ اگر افراسیاب کو اِطّلاع ہو گئی تو ہم یہاں سے نکل کر نہ جا سکیں گے۔

ناگن اور رعد دریائے خُونِ رواں کے دوسرے کنارے باراں کی فوج کو ہر طرف گھُوم پھر کر نہس نہس کر رہے تھے۔ مہ رُخ اور بہار کو وہاں نہ پا کر اُنہیں بڑی تشویش ہو رہی تھی۔ آخر دُشمن کے ایک سردار سے جیسے ہی

اُنہیں پتا چلا کہ وہ دونوں دریا کے پار پہنچائی جا چکی ہیں تو وہ بھی اُڑتے ہوئے اُن کے پاس جا پہنچے۔ پھر تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ رعد دُشمنوں کے قریب پہنچ کر چنگھاڑتا اور ناگن بجلی تڑپ کر اُنہیں دو ٹکڑے کر دیتی۔ حتیٰ کہ دریا کے دونوں کناروں پر باراں جادُو کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

دن ختم ہو چکا تھا۔ تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ دریا کے پرلے کنارے پر مہ رُخ کی فوج نے تو اپنی چھاؤنی کا راستہ لیا۔ لیکن مہ رُخ وغیرہ پریشان ہو گئی کہ وہ کِدھر جائیں۔ طلِسم باطن میں ہونے کے سبب اُن کی اُڑنے کی طاقت ختم ہو چکی تھی اور شہنشاہ کی اجازت کے بغیر نہ وہ پُل پریزادان تک پُہنچ سکتی تھیں نہ اُس پر سے ہو کر دریا کو پار کر سکتی تھیں۔

آخر سب آپس میں صلاح کر کے ایک طرف کو چل دیں۔ بڑی دیر تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک محل کے قریب جا پہنچی لیکن ڈریں کہ کہیں اُس میں رہنے والا ہمیں پہچان نہ لے۔ وہ آگے بڑھ گئیں۔ خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُنہیں پھر وہی محل سامنے نظر آیا۔ وہ پھر آگے بڑھ گئیں۔ تیسری بار

اُنھوں نے پھر وہی محل اپنے سامنے پایا۔

اب ان میں زیادہ چلنے کی سکت نہ تھی۔ تن بہ تقدیر وہ اُسی مقام پر چادریں بچھا کر بیٹھ گئیں۔ بھُوک سے سب کا حال خراب ہو رہا تھا۔ مگر کہیں کوئی سہارا نظر نہ آتا تھا۔

اِتّفاقاً کچھ دیر بعد ایک اور جادُوگر اُدھر سے گزرا۔ مہ رُخ نے اُسے روک کر کہا۔ ”بھائی! ہم مسافر ہیں۔ طِلِسم نُور افشاں سے ملازمت کے لیے نِکلے ہیں۔ باغِ سیب کا اِرادہ تھا مگر راستہ بھُول گئے ہیں۔ اِس وقت بھُوک لگ رہی ہے۔ اگر کُچھ اِنتظام کر سکو تو جو کہو گے رقم پیش کر دیں گے۔“

وہ ساحرِ کوئی شریف آدمی تھا۔ بولا۔ ”آپ لوگ رقم کی فکر نہ کریں۔ میں ابھی کھانا لاتا ہوں یہ کہہ کر وہ محل کے احاطے میں بنے ہوئے ایک مکان میں گیا اور کچھ دیر بعد ایک طشت میں طرح طرح کے کھانے اور پھل وغیرہ لے کر واپس آ گیا۔ دوسری مرتبہ جا کر پانی کی صُراحی اور گلاس بھی لے آیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ساحرِ کا بُہت بہت شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مہ

رُخ نے اُس سے کہا۔ ”میاں! ہم سب بھٹکتے بھٹکتے تھک چُکے ہیں۔ کیا تم ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی چھپّر دے سکتے ہو؟“

ساحِر نے کہا۔ ”کیوں نہیں۔ آیئے۔“

وہ سب اس کے ساتھ ہو لیے۔ وہ اُنہیں اپنے مکان میں لے گیا۔ وہاں اُس کی ماں موجود تھی۔ اُس نے مہ رُخ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بیٹے کو الگ لے جا کر کہا: ”ہم شہنشاہ افراسیاب کے نمک خوار اور اُس کے سرمائی محل کے محافظ ہیں۔ اور مہ رُخ باغی ہے۔ اُنہیں گھر میں نہ ٹھہرانا چاہیے۔“

لیکن ساحِر نہ مانا۔ اِس پر خفیہ طریقے سے بُڑھیا نے افراسیاب کو بذریعہ طِلسمی پرندے اسی وقت حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ افراسیاب نے یہ اِطّلاع پاتے ہی ایک سردار کامِل جادُو کو حکم دیا کہ کوہِ چینی پر سرمائی محل کی حُدود میں مہ رُخ اپنے چند ساتھیوں سمیت موجود ہے۔ اُنہیں گرفتار کر کے لے آ۔

کامل جادُو وہاں سے اُڑتا ہوا چلا اور ابھی مہ رُخ اور بہار سو کر نہ اُٹھی تھیں کہ وہاں جا پہنچا اور اُنہیں گرفتار کر لیا۔

ناگن بجلی اور رعد جادُو اس مکان کی بجائے باغ میں حوض کے کنارے جا سوئے تھے۔ کامِل جادُو مہ رُخ اور بہار کو لے چلا۔ وہ دونوں ماں بیٹے بچ رہے۔ کچھ دیر بعد وہ اُٹھ کر اُس مکان میں گئے جہاں بڑھیا اور اُس کا بیٹا رہتے تھے اور جہاں بہار اور مہ رُخ نے قیام کیا تھا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ بڑھیا کے بیٹے نے اُنہیں سارا حال بتا دیا۔ وہ دونوں اُس راستے پر دوڑ پڑے جدھر کامل جادُو قیدیوں کو لے کر گیا تھا۔ آخر کار ایک مُقام پر اُنہوں نے کامل جادُو کو جاتا دیکھ لیا۔ مہ رُخ اور بہار ایک زنجیر میں بندھی ہوئی اُس کے آگے آگے چل رہی تھیں۔

رعد زمین میں غرق ہوا، کامل جادُو کے پیچھے جا کر اُوپر نکلا اور اِس زور سے چنگھاڑنا کہ کامل جادُو بے ہوش ہو کر گِر پڑا۔ اِسی لمحے ناگن بجلی لپلپاتی ہوئی اتنے زور سے اُس پر گری کہ اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اُس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جادُوئی زنجیر جس میں مہ رُخ اور بہار بندھی ہوئی تھیں اور جس کے اثر سے وہ اپنے آپ کو بھول بیٹھی تھیں، غائب ہو

گئی۔ اِس مُصیبت سے نجات پانے پر چاروں ایک دوسرے کو مُبارکباد دینے لگے۔ اسی اثنا میں کامل جادُو کی کھوپڑی چٹخی اور ایک بڑا سیاہ پرندہ اس میں سے نِکل کر چیختا ہوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

مہ رُخ بولی۔ ”غضب ہوا۔ یہ پرندہ جا کر افراسیاب کو کامل جادُو کی ہلاکت کی خبر دے گا۔ افراسیاب فوراً کوئی دوسرا سردار بھیجے گا۔ جلد سے جلد طِلسم باطن کی حُدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرو۔ یہاں رہ کر ہم دُشمن سے زیادہ عرصے نہیں بچ سکتے۔“

اس پر سب لوگ بھاگم بھاگ دریائے خُونِ رواں کے کنارے پہنچے۔ جنگ کی تھکن دُور ہونے کے سبب اُن کے اُڑنے کی قوّت بحال ہو چکی تھی۔ چاروں اُڑ کر دریا پار کر گئے۔ وہاں سے اِطمینان کے ساتھ قدم بہ قدم اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

ابھی اُنہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ صرصر نے جو اپنی تین شاگرد عیّارنوں کے ساتھ جنگل میں دیکھ بھال کر رہی تھی، اُنہیں دیکھ لیا۔ اُس نے

اپنی شاگردوں سمیت جلدی جلدی چرواہوں کا بھیس بھرا اور قریب ہی چرتی ہوئی بکریوں کے ریوڑ سے کچھ بکریاں ساتھ لے کر اُس راستے پر آگے آگے چلنے لگی جس پر مہ رُخ وغیرہ چلی آ رہی تھیں۔

بکریوں کے چلنے سے دُھول اُڑ اُڑ کر پیچھے جا رہی تھی۔ چاروں عیّارنوں نے ہوشیاری کے ساتھ سفوفِ بے ہوشی بھی اُڑانا شروع کیا جو ہوا اور دُھول کے ساتھ مُسلسل مہ رُخ اور اُس کے ساتھیوں تک پہنچتا رہا۔ اُنہیں شک بھی نہ ہو سکا۔ سب نے ناک پر رومال رکھ لیے تھے۔ لیکن سفوفِ بے ہوشی کا اثر دھیرے دھیرے اُن پر اثر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ چاروں چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گِر پڑیں۔

صرصر اور عیّارنیں اِسی موقع کی مُنتظر تھیں۔ اُنہوں نے جلدی جلدی ایک ایک کو باندھ کر پیٹھ پر لادا اور بکریاں وہیں چھوڑ کر ملکہ حیرت جادُو کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوئی۔

اُدھر افراسیاب کو کامل جادُو کے ہلاک اور مہ رُخ وغیرہ کے فرار ہو جانے کی

خبر ملی تو اس نے قاتل بجلی کو بُلا کر حکم دیا۔ ”اے قاتل بجلی! مہ رُخ اور اُس کے ساتھی کامل جادُو کو قتل کر کے بھاگ نکلے ہیں۔ اِسی وقت جا اور جہاں ملیں زندہ یا مُردہ میرے سامنے حاضر کر!“

حکم کے مطابق قاتل بجلی روانہ ہو گئی۔ جس جگہ کا پتا اُسے افراسیاب نے بتایا تھا وہاں اور ارد گرد دُور دُور تک اُس نے مہ رُخ اور اُس کے ساتھیوں کو تلاش کیا۔ اس کے بعد دریائے خُونِ رواں کو پار کر کے بھی اُنہیں ڈھونڈتی رہی مگر اُسے کہیں کوئی بھی باغی نہ دکھائی دیا۔ اُنہیں تو اس کے آنے سے پہلے ہی صرصر وغیرہ گرفتار کر کے لے گئی تھیں۔

جب وہ مایوس ہو گئی تو غصّے میں آ کر ایک پہاڑ پر اِس زور سے تڑپ کر گِری کہ وہ بیچ میں سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اِتّفاق سے اِس پہاڑ کی تلہٹی میں برق ایک جادُوگر کے بھیس میں چھپا ہوا تھا۔ اُس نے پناہ گاہ سے باہر آ کر قاتل بجلی سے کہا:

”ملکہ! کیا بات ہے؟ آج اتنے غصّے میں کیوں ہو؟ خیر تو ہے؟“

قاتل بجلی نے اُس سے سارا حال بیان کیا اور مُنہ بسورنے لگی۔ برق فرنگی اُسے تسلّی دیتے ہوئے بولا۔ ”بالکل غم نہ کرو۔ بہُت تھک گئی ہو۔ بیٹھ کر کھاؤ پیو۔ پھر میں بھی تمہارے ساتھ اُنہیں ڈھونڈتا ہوں۔ اِطمینان رکھو۔ وہ جہاں بھی ہوئے بچ کر نہ جا سکیں گے۔“

برق کی ان باتوں نے قاتل بجلی کو بڑا سہارا دیا۔ وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ برق نے فوراً جھولی سے دوائے بے ہوشی میں بسے ہوئے میوے نکالے اور بے ہوشی ملے ہوئے شربت کا ایک گلاس بھر کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ پیاس سے اس کا حلق سُوکھ رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اُس نے شربت پر نگاہ ڈالی، جادُو کی طاقت سے اُسے پتا چل گیا کہ اس میں بے ہوشی ملی ہوئی ہے، پھر اُس نے غور سے میووٴں کی طرف دیکھا۔ اُن کی حقیقت بھی اُس پر ظاہر ہو گئی۔

وہ فوراً تاڑ گئی کہ جادُوگر کے بھیس میں یہ کوئی دُشمن عیّار ہے۔ غصّے میں آ کر اُس نے برق کے ایک طمانچہ رسید کیا اور پنجے میں داب کر لے اُڑی۔ برق بے ہوش ہو گیا۔

کُچھ دُور جا کر قاتل بجلی کو ملکہ حیرت جادُو کی چھاؤنی نظر آئی۔ مگر اُدھر جانے کی بجائے وہ سیدھی باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس جا پہنچی اور برق کو اُس کے سامنے پیش کر دیا۔

افراسیاب کو سخت غصّہ آیا۔ اُس نے کہا۔ ”او نمک حرام! میں نے تُجھے مہ رُخ اور اُس کے ساتھیوں کو پکڑنے بھیجا تھا اور تو ایک حقیر عیّار کو اُٹھا لائی۔ جا اِسے ملکہ حیرت کے حوالے کر اور مہ رُخ وغیرہ کو ڈھونڈ کر لے آ۔ اب کی خالی آئی تو زندہ دفن کرا دوں گا۔“

قاتل بجلی مُنہ بسورتی ہوئی برق کو لے کر ملکہ حیرت کے پاس آئی۔ وہاں اُسے پتا چلا کہ صرصر اور اُس کی شاگرد عیّارنیں مہ رُخ وغیرہ کو پکڑ لائی ہیں اور اب اُنہیں شہنشاہ کے پاس لے جانے کی تیّاری کر رہی ہیں۔ برق کو ملکہ حیرت کے حوالے کر کے قاتل بجلی صرصر کے خیمے میں آئی اور اُس سے بولی۔ ”شہنشاہ نے مجرموں کو پکڑنے کے لیے مُجھے بھیجا تھا۔ تم راستے سے اُنہیں خواہ مخواہ پکڑ لائی ہو۔ لاؤ۔ اُنہیں میرے حوالے کر دو۔ میں لے جاؤں

گی۔"

اس پر صرصر بگڑ گئی اور اُس نے صبار فتار کو اِشارہ کیا۔ اس نے آنکھ بچا کر بے ہوشی کا غبّارہ قاتل بجلی کے مُنہ پر کھینچ مارا۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔ صرصر اُسے لے کر ملکہ حیرت کے پاس آئی اور اُس کی شکایت کی۔ حیرت نے قاتل بجلی کو ہوشیار کر کے کُرسی پر بٹھایا اور صرصر سے اُس کی صلح کرا دی۔

وہ انہی باتوں میں تھیں کہ برق فرنگی کو ہوش آ گیا۔ اسے بے ہوش دیکھ کر نہ کسی نے اُسے باندھا تھا، نہ اُس پر کوئی جادُو کیا تھا۔

خُود کو آزاد محسوس کرتے ہی برق اُٹھا اور صرصر کے سر کے پیچھے ایک چپت لگا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سب نے چونک کر "لینا، پکڑنا" کا شور مچانا شروع کیا اور صرصر اُس کا پیچھا کرنے لگی۔ برق اب بھی جادُوگر کے بھیس میں تھا۔ بارگاہ سے نِکل کر بھاگتے ہوئے اُس نے چلّانا شروع کیا:

"لوگو! بھاگو! دُشمن نے حملہ کر دیا ہے۔" اس پر چھاؤنی میں ہر طرف ہراس پھیل گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور یہ بھگدڑ دیکھ کر بہادُروں کے بھی دل

چھوٹے ہو گئے۔ ہر بھاگنے والا وہی باتیں دہراتا جاتا جو برق نے کہی تھیں۔

چھاؤنی کے باہر پہنچنے پر صرصر نے برق کو جالیا۔ دونوں میں خنجر اور کمندیں چلنے لگیں۔ برق نے آنکھ بچا کر بے ہوشی کا ایک غبارہ صرصر کے مُنہ پر دے مارا۔ صرصر بے ہوش ہو گئی۔ اُس کو اسی حالت میں چھُوڑ کر برق نے صرصر کا بہروپ بھرا اور پلٹ کر صرصر کے خیمے میں جا پہنچا۔ وہاں صبا رفتار اور دوسری عیّارنیں اُن پوٹلیوں کی حفاظت کر رہی تھیں جن میں مہ رُخ، بہار، ناگن اور رعد جادُو بندھے پڑے تھے۔

برق پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اُسے صرصر سمجھتے ہوئے صبا رفتار بولی۔ ”اُستانی! خیر تو ہے؟ پسینے پسینے ہو رہی ہو۔ دم بھی پھُول رہا ہے۔“

برق نے بات بنائی۔ ”ملکہ کی بارگاہ سے برق بھاگا۔ میں نے پیچھا کیا۔ چھاؤنی کے باہر میں نے اُسے پکڑا۔ وہاں اُس کے تین ساتھی اور آئے۔ سب سے لڑنا پڑا۔ اب اُنہیں بے ہوش کر کے آئی ہوں۔ جلدی سے سب جاؤ اُٹھا کر لے آؤ۔ ایسا نہ ہو کوئی اور اُنہیں اُٹھا لے جائے۔ بڑے ٹیلے کی بائیں جانب والی

جھاڑیوں میں پڑے ہیں۔"

حکم پاتے ہی عیّار نیں اُس کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف دوڑ پڑیں۔ موقع سے فائدہ اُٹھا کر برق نے آناً فاناً ساری پوٹلیاں کھول ڈالیں اور بے ہوشی دُور کرنے والا عطر عطر ہو ایک کی ناک میں مل دیا۔ مہ رُخ، بہار، ناگن اور رعد کو ہوش آ گیا۔

برق نے اصلی حلیہ بناتے ہوئے اُن سے کہا۔ "ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ آپ سب ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں ہیں۔ جان پر کھیلے بغیر نکلنا ناممکن ہے۔"

یہ سُنتے ہی ناگن لوٹ پوٹ کر بجلی بنی اور کڑک کڑک دُشمنوں پر ِگرنے لگی۔ رعد نے چنگھاڑ چنگھاڑ کر دُشمنوں کی کھوپڑیاں چٹخانا شروع کر دیں۔ بہار جادُو لوگوں کو اپنے گُلدستوں سے دیوانہ بنانے لگی اور ملکہ مہ رُخ نارنج اور تُرنج کی برسات کر کے دُشمنوں کے خیموں کو جلانے اور ان پر چٹّانیں برسانے لگی۔

رعد جادُو کی خوفناک چنگھاڑے کے حیرت اور قاتل بجلی اپنے خیموں میں بے ہوش ہو گئیں۔ اُن کی فوج میں بھی کُچھ بھگدڑ پہلے ہی مچا چکا تھا۔ اور اب جو

ان پر ہر طرف سے مُصیبت لگی تو وہ سمجھے کہ واقعی دُشمن کی کسی بہت بڑی فوج نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔ اس اندیشے سے جس کا جِدھر مُنہ اُٹھا بھاگ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں چھاؤنی خالی ہو گئی۔

ملکہ مہ رُخ اپنے ساتھیوں کو لے کر اُڑتی ہوئی اپنے لشکر میں جا پُہنچی۔ اُسے دیکھ کر ساری فوج نے خُوشی کے نعرے بُلند کیے۔ عُمرو کے علاوہ اب سب آزاد تھے۔

عُمرو کے ساتھ کیا ہوا؟ یہ طِلسم ہوش رُبا کے ساتوں حصّے عُمرو کا انتقام میں پڑھیے۔